

کتاب وسنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:16 Issue:7 July 2023

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in



اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ادارہ

درسِ قرآن



آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین اہم نصیحتیں

از: مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴿۷۱﴾ (سورۃ الاحزاب: ۷۱)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اُس نے وہ کامیابی حاصل کرلی جو زبردست کامیابی ہے۔

توضیح: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت میں ایک اعلیٰ و ارفع خصوصیت ''جوامع الکلم'' ہونا ہے، زبان مبارک سے نکلے ہوئے جملے ہوتے تو مختصر مگر معنیٰ و مطالب کے اعتبار سے وسیع تر ہوتے ہیں، سریع الفہم، خفیف العمل ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی واخروی کامیابی کے ضامن ہوتے ہیں، ایک ہی جملہ پورے مضمون کا لُبِّ لُباب ہوتا ہے، اسی ایک جملے میں مقصد زندگی، فکر آخرت، معاشرے کا امن، اخلاق و کردار کی تعلیم ہوتی ہے۔

انہیں جوامع الکلم میں ایک اہم نصیحت وہ بھی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کو فرمائی تھی ۔اتق اللہ حیث ما کنت ''تم جہاں کہیں جس حال میں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو''، خلوت و جلوت میں ذات باری تعالیٰ کی نظر کا استحضار رہے، حضرات صحابہ، علماء، وصوفیاء کرام نے اپنے علم و ذوق سے ''تقویٰ'' کی تعریفات فرمائی ہیں، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کسی نے تقویٰ کی تعریف پوچھی تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: الخوف من الجلیل و العمل بالتنزیل والرضاء بالقلیل و الاستعداد لیوم الرحیل ، اپنے مولیٰ سے ڈرنا، قرآن پر عمل کرنا، جو مل جائے اس پر راضی بہ رضا رہنا، آخرت کی تیاری کرنا۔ بعض بزرگان دین نے تقویٰ کی مختلف تعریفات کو سامنے رکھ کر یوں کہا ہے کہ ''تقویٰ'' نام ہے فرائض کے اہتمام اور نواہی سے اجتناب کا۔

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس، گٹکھیسر،

واتبع السیئۃ الحسنۃ دوسری نصیحت یہ ارشاد فرمائی کہ بشری تقاضے سے جہاں کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کرلے تاکہ اس عمل صالح کی برکت سے گناہ معاف ہوجائے کیوں کہ دھرتی کے جس حصے پر معصیت ہوتی ہے کل بروز محشر وہ حصہ اس کے خلاف گواہی دیتا ہے اگر نیکی کرلے گا تو وہ سیئات دھل کر صاف ہوجائیں گے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ لیکن یہ بات ذہن نشین رہنا چاہیے کہ حسنات سے صرف صغائر ڈھلتے ہیں کبائر کے لئے تو توبہ مع شرائط قبولیت ضروری ہے۔

وخالق الناس بخلق حسن لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کا برتاؤ کریں ،اس مختصر سے جملے میں معاشرت و معاملات کا سدھار، تنازع وفسادات کا سدباب ہے،آج ہر گھر ،ادارے ومحکمے اور ہر میدان عمل حسن خلق کے فقدان کے سبب حق تلفی، ظلم وتشدد اور اختلافات کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، کہیں کبرونخوت سے تباہی ہے کہیں ضدوانا پرستی سے انارکی ہے___العیاذ باللہ___ اگر غور کیا جائے تو انسانیت کی زندگی کا کوئی نہ کوئی پہلوان تینوں نصیحتوں میں سے کسی ایک سے ضرور وابستہ ہے اور آخری دو نصیحتوں کو تو جامع تقوی اللہ ہے، اسی میں ہر مرض کہن کا علاج، ہر بگاڑ کی اصلاح، ہر معاملے کی درستگی، ہر معاہدے کی پاسداری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تین نصائح کو حرز جاں بنانے اور ان کو عمل میں لانے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس بات کا عقل و دماغ کو استحضار عطا فرمادے کہ میں ہر دم اللہ کی نظر میں ہوں۔اللھم آمین



درسِ حدیث

حبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَن عَبْدِ الرّحمن بن ابِیْ قراد رضی اللہ عنہ : اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا حملکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ۔ (رواہ مشکوۃ:424)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ ایسا ہوا کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوفرمایا، صحابہ کرامؓ نے (ازراہِ تبرک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کو اپنے جسموں پر ملنا شروع کردیا، (یہ دیکھ کر) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: (یہ جو تم کررہے ہو تو) تمہارے اس عمل کا سبب کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اِس کا باعث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے، (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے، یا جو یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ اور اس کے رسول اُس سے محبت کریں تو اس کو چاہیئے کہ جب گفتگو کرے تو سچ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس امانت کو ادا کرے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔

تشریح: انسان کے دل کا کسی کی طرف مائل ہونا اور اُس سے محبت وجذباتی تعلق کا ہونا ایک فطری بات ہے، مختلف صورتوں اور شکلوں سے اُس کا اظہار بھی ایک لازمی تقاضہ ہے، اور یہ بات بھی ہر ایمان والے کے نزدیک مسلّم اور طے شدہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے محبت وتعلق کا اصل مرکز اولاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ثانیاً حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی ہے، اِن دونوں ہستیوں سے صادقانہ ومخلصانہ محبت وتعلق رکھنے والی اولین جماعت بجاطور پر وہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے، جس کا ثبوت اُن کی زندگیوں کی نقل وحرکت سے عیاں اور واضح ہے، اسی قسم کے اظہارِ محبت کا بیان درج بالا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوفرمارہے ہیں، اور صحابہ کرامؓ

* استاذِ حدیث وفقہ ادارہ ہذا

آپ علیہ السلام کے مستعمل پانی کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے جسموں پر مَل رہے تھے کہ جسم اقدس کی برکت حاصل کریں، اُن کی اِس بے مثال ادا اور خلوصِ عمل کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس بات نے تم کو اس عمل پر مجبور کیا؟ انہوں نے جذباتِ قلب کا ان الفاظ میں اظہار کیا "حُبُّ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ" یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بے پناہ محبت اور بے حد عقیدت نے ہم کو مجبور کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت غُسالہ کو زمین کے حوالے کر کے ضائع کرنے کے بہ جائے اپنے جسموں سے مَل لیں تاکہ برکاتِ نبوت سے جسم کا ظاہر و باطن منور اور روشن ہو جائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِن نیک جذبات اور پاکیزہ احساسات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل کی چاہت اور پسند یہ ہو کہ اُسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب ہو اور اُس کا دل بھی اللہ اور اُس کے رسول کی محبت سے سرشار اور معمور ہو تو اُس کو چاہیے کہ وہ اِن باتوں کو اپنی زندگی کا معمول بنائے۔

۱۔ جب بولے تو سچ بولے، ۲۔ امانت رکھائی جائے تو دیانت داری کے ساتھ امانت کو ادا کرے، ۳۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا تعلق رکھے۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مُحب ومحبوب بننے کے لئے جو عملی ہدایات دی ہیں اُس سے یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آتی ہے (اور یہی اصل حدیث کا پیغام معلوم ہوتا ہے) کہ ایسے امور و تدابیر جو نفس پر زیادہ شاق و دشوار نہیں گذرتے؛ بلکہ کسی حد تک اُس میں نفسِ انسانی کو حظ ولذت بھی ملتی ہے، وہ عشق ومحبت اور تعلق وعقیدت کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے؛ بل کہ اللہ اور اس کے رسول سے دعویٰ محبت کے ثبوت کے لئے عملی طور پر مسلمان شریعتِ الٰہیہ کے تمام اوامر پر کاربند اور نواہی سے بچتا رہے، احکاماتِ خداوندی، ہدایاتِ نبوی کو اپنا امام وراہ بر سمجھے، اور زندگی بھر اُس پر عامل رہے، اور اِس راہ میں پیش آنے والے ہر مجاہدہ ومشقت پر صبر کر کے راہِ استقامت پر مستقیم رہے؛ یہی بات سچی محبت کا ثبوت اور اُس کا لازمی تقاضہ ہے، باقی رسمی طور پر کچھ مظاہرے کر لینے اور محبت کے دعوے کرنے سے نہ کبھی کوئی فلاح وکامیابی پایا ہے اور نہ کبھی پائے گا۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

چو می گویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلاتِ لاالہ را

یعنی جب میں زبان سے کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میرا وجود لرز جاتا ہے؛ کیوں کہ لا الہ الا اللہ کے اقرار کے بعد راہِ اسلام کے مشکلات کو میں بہ خوبی جانتا ہوں۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم دعویٰ سے آگے بڑھ کر عمل اور رسمی مظاہروں کو اپنانے سے آگے بڑھ کر عملی ہدایات واحکامات کو اپنا وظیفۂ حیات تصور کریں کہ محبت کے معیار پر اُترنے والا یہی بس ایک راستہ ہے۔

پیش گفتار

ہم اور ہمارے حالات

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہ نستعین

اس وقت ملک میں جس قسم کے حالات چل رہے ہیں اور ایک مخصوص نظریہ اور محدود فکر رکھنے والا طبقہ برسہا برس کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی طرف جس تیزی سے پیش قدمی کرتا جا رہا ہے ہم مسلمان اس سے تقریباً بے خبر ہیں اور اگر کچھ جان سمجھ بھی رہے ہیں تو صرفِ نظر ہی سے کام لے رہے ہیں۔

عوامی تعطل فکری کا عالم یہ ہے کہ دنیا دار اپنی دنیا داری میں مگن ہیں اور دین دار طبقہ چند دینی اعمال واشغال ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے، مسلمانوں کی شادی بیاہ؛ کاروبار؛ اور معاشرتی تعلقات پر نظر ڈالو تو یوں لگتا ہے کہ مسلمانوں کو ملک میں کسی چیلنج کا سامنا ہے نہ کسی نقصان کا خطرہ! سب کچھ ٹھیک ٹھاک اور معمول کے مطابق ہے، حالاں کہ ہمہ جہت بدلتے حالات اپنی اور اپنی نسلوں کے دین ودنیا کے حوالے سے ہمیں کو متفکر و بے چین اور سرگرمِ عمل کر دینے کے لئے بہت کافی تھے۔

مثلاً یہی دیکھ لیجئے کہ گذشتہ سو برس میں آر ایس ایس مسلمانوں کی گھر واپسی یعنی کفر کی طرف لوٹانے کے لئے ہر ممکن سعی کر کے بھی ناکامی کا منھ دیکھتی رہی، اس نے سمجھا تھا کہ جس طرح ملک میں عیسائی لوگ دلتوں کو ہندو بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں ہم بھی کم زور اور دین سے دور مسلمانوں کو ہندو بنا کر ہندو راشٹر کا راستہ صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن مسلمان کا حال یہ ہے کہ کتنا ہی گنوار و گنہ گار سہی مُرتد ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتا، جو کچھ ارتداد کی خبریں ہمارے سامنے ہیں یا تو فیک وفرضی ہیں یا ان لوگوں کی ہیں جن کا حسب ونسب مشکوک ومخلوط ہے یا پھر یہ واقعات معاشقے کی وارداتوں کا نتیجہ ہیں جن میں گویا آدمی مخبوط الحواس اور مجنون

ہوجاتا ہے، باقی شعور وادراک کے ساتھ دینِ اسلام سے ناراض ہوکر مُرتد ہوجانا جس کو قیصر نے سخطة لدینه سے تعبیر کیا تھا آج بھی مومن کی شان نہیں ہے۔

ان ناکام ومایوس کُن تجربات کے بعد آر ایس ایس نے یہ طئے کرلیا کہ اب مسلمانوں سے اس سلسلے میں کوئی امید رکھنے اور کسی قسم کی بات کرنے کے بہ جائے اُن کے بچوں کے دل ودماغ پر قابو پاکر بچپنے ہی سے اُن کے ذہنوں میں شرک وکفر کا زہر گھول دینا چاہیئے، تاکہ نہ تو اُن کے اندر توحید کا نور پختہ ہوسکے اور نہ ہی ملک کو ہندو راشٹر یا کم از کم ہندو تہذیب وثقافت کا مظہر بنانے میں اُن کی وجہ سے کوئی دشواری پیش آسکے، بلا مقابلہ اور بلا شور وشرابہ مقاصد کا حصول ہوجائے اور اچھی طرح ہوجائے۔

اس کے لئے انہوں نے کانگریس کے ذریعے بہت پہلے بنوائے گئے قانون ''حق لازمی تعلیم''(RTE) اورخود بنا کر منظور کروائے قانون ''قومی تعلیمی پالیسی''(NEP) کو جوڑ کر مذہبی اقلیتوں کو ایک ایسے گھیرے میں لے لیا ہے کہ جس میں رہنا ممکن ہے نہ نکلنا آسان ہے۔ یعنی ایک طرف ہر چہار سالہ بچے کے لئے اسکول میں شرکت لازمی اور اس کی خلاف ورزی سر پرستوں کے لئے قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا تو دوسری جانب اسکول کا نصاب ونظام ایک مخصوص ومجرب رنگ میں رنگ دیا گیا، اب اگر آپ بچوں کو اسکول میں بھیج دیتے ہیں تو ان کی فکر ونظر کے بھگوا ہوجانے کا خطرہ ہے اور اگر نہیں بھیجتے ہیں تو ایک طرف سے RTE (قانون حق لازمی تعلیم) اور ایک طرف سے NCR (قانون حق اطفال) ڈنڈا لے کر پہنچ جائیں گے۔

یہ ہے موجودہ مرکزی حکومت کے ہر قانون اور ہر آرڈیننس میں چھپا ہندو راشٹر کا خواب ! گذشتہ دس سالوں میں اس حکومت نے جتنے فیصلے لئے ہیں اور جتنے قوانین پاس کئے ہیں خواہ وہ کسی بھی لائن کے ہوں آپ ان میں غور کرکے دیکھیں تو ہر فیصلہ ہندو راشٹر کی طرف ایک قدم نظر آئے گا اور کمال یہ ہے کہ ڈرافٹ کے کسی جملے سے دستورِ ہند کے ساتھ تعارض نہیں ملے گا کہ آپ کورٹ میں چیلنج کرسکیں، کبھی اتفاق سے وہ کورٹ میں ہار بھی جاتی ہے تو نیا قانون لاکر اپنا کام جاری رکھتی ہے، جیسے ریاستِ دہلی کے اختیارات کے سلسلے میں ہوا۔

مختصر یہ ہے کہ ملک کے حالات بدلتے جارہے ہیں لیکن ہم مسلمانوں کے حالات جوں کے توں بل کہ مزید ابتر ہوتے جارہے ہیں، ذرا بھی احساس نہیں پیدا ہورہا ہے کہ نہ ملک میں اپنے مستقبل کے حوالے سے اور نہ ہی اپنی نسلوں کے دین وایمان کے عنوان سے ایسے میں ضروری ہے کہ مسلم قیادتیں ضمنی وذیلی اختلافات سے بلند ہوکر اور مضبوط ومتحد قوت بن کر دو سوالات کا جواب تلاش کریں۔

۱ ملک اور اہل ملک کے اتحاد وسالمیت، امن ویکجہتی اور صحیح سمت میں ترقی کے واسطے ہم کیا کرسکتے ہیں؟

۲۔ اپنی نئی نسل اور گودوں میں کھیلتے معصوم نونہالوں کے عقیدہ وتہذیب کی کیا تدبیر ہونی چاہیئے کہ وہ عصری تعلیم سے آراستہ بھی ہوتے رہیں اور عقائدِ اسلامی سے دست بردار بھی نہ ہوں۔

اگر اس وقت بھی ملتِ اسلامیہ ہندیہ ان سوالوں کا سنجیدہ ومتفقہ حل دریافت نہ کرسکے تو ان لمحوں کی خطا کی سزا صدیوں ہماری نسل کو بھگتنا پڑے گی۔ والعیاذ باللہ



(بقیہ صفحہ ۲۰ سے)

شہادت:

فحل کی مہم کے بعد اسلامی فوج نے مرج صفر کا رخ کیا، اسی درمیان میں حضرت خالدؓ نے ام حکیم سے عقد کرلیا اور مرج صفر پہنچ کر اہلیہ سے ملنے کا قصد کیا، انہوں نے کہا: اس معرکہ کے بعد اطمینان سے ملنا زیادہ بہتر ہے، انہوں نے جواب دیا: میرا دل کہتا ہے کہ اس لڑائی میں شہادت پاجاؤں گا، غرض مرج صفر ہی میں اہلیہ سے ملاقات کی اور صبح کو احباب کی دعوت کی، ابھی لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی میدان میں آگئے، ایک رومی نے مبارزطلبی کی، حضرت خالدؓ مقابلہ کے لیے نکلے اور نکلتے ہی شہید ہوگئے۔

ان کی نئی نویلی دلہن کا یہ سبق آموز واقعہ قابل ذکر ہے کہ جزع فزع اور سوگ نشینی کے بجائے شوہر کے خون کے انتقام کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی اور مردوں کے دوش بدوش لڑ کر سات رومیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

(فتوح البلدان، بلاذری:125، تفصیل ابن سعد سے ماخوذ ہے)

گوشہ سیرت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور دعوتِ اسلام کا آغاز

از: مرتب

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں اور نبی علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کی ۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور وادی کے کنارے پر اپنی ایڑی ماری تو میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا، دونوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، آپ اپنے گھر تشریف لائے ، آنکھوں کو قرار ملا ، جی خوش ہوا، اللہ کی طرف سے جو وہ چاہتے تھے وہ مل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس چشمے پر لے آئے اسی طرح وضو کیا اور نماز پڑھی جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا تھا، اور اب دونوں چھپ کر نمازیں پڑھنے لگے ۔ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: یہ اللہ کا دین ہے جسے اُس نے اپنے لئے منتخب کیا، اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا، میں تم کو ایک اللہ کی جس کا کوئی شریک نہیں، اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور لات وعزیٰ (جیسے معبودانِ باطلہ) کا انکار کرنے کی دعوت دیتا ہوں ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے پہلے کبھی ایسی بات نہیں سُنی اس لئے اس وقت تک کوئی نیا کام نہیں کرسکتا جب تک کہ والد گرامی ابو طالب کو نہ بتادوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے اعلان سے قبل اس راز کا افشا ہو، تو کہا: علی! تمہیں نہیں ماننا ہے تو اُسے راز ہی رہنے دو ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسی حال میں شب بسر ہوئی ، پھر حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے قلب میں اسلام داخل فرمایا ، صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، عرض کیا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا ؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: کہ گواہی دو کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ، اور لات وعزیٰ کا انکار کرو ، اور تمام شرکاء سے برأت ظاہر کرو ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ، ابو طالب کے سامنے ظاہر نہیں کیا ۔ پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لائے ، تقریباً ایک ماہ تک دونوں اپنے اسلام کو چھپائے رکھے ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس آتے جاتے رہے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ کا خاص انعام یہ ہوا کہ وہ قبلِ اسلام ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زیر پرورش تھے ۔ (دلائل النبوۃ: ۲ / ۱۱۴)

* مدرس شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب:

لیلیٰ بنت ابی حثمہ ؓ کا تعلق خاندان قریش کے قبیلہ بنوعدی سے تھا، ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی۔ لیلیٰ بنت ابی حثمہ سلیمان بن ابی حثمہ کی بہن اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی والدہ محترمہ ہوتی ہیں۔ ان سے ان کے فرزند عبداللہ اور شفاء بنت عبداللہ نے روایات نقل کی ہیں۔

نکاح: ان کا نکاح حضرت عامر بن ربیعۃ العنزی سے ہوا، وہ بنی عنز بن وائل سے تھے اور بنوعدی کے حلیف تھے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے والد خطاب نے ان کو فرط محبت سے بیٹا بنا رکھا تھا۔

قبول اسلام: شوہر اور بیوی نہایت نیک طینت اور نیک فطرت کے حامل تھے، وہ دعوت حق کے ابتدائی دور میں ہی شرف اسلام سے مشرف ہوئے، مشرکین کے ظلم وستم کے تختہ مشق بنے، بعد ازاں جب ظلم وجور حد سے بڑھ گیا تو شوہر اور بیوی نے رسالت مآب ﷺ کے ایماء پر سن ۵ ہجری میں سرزمین حبشہ کی جانب رخت سفر باندھا، حضرت لیلیٰ اونٹ پر سوار ہو چکی تھیں، یا سوار ہونا چاہتی تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آموجود ہوئے، ابھی تک وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے، کفر وشرک کی تاریکیوں میں سرگرداں تھے، انہوں نے ام عبداللہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم تمہارے ظلم وجور سے تنگ آکر اپنے گھر بار کو خیرآباد کہہ رہے ہیں، اللہ کی سرزمین بہت وسیع ہے، اللہ نے جہاں چاہا چلے جائیں گے اور اس سرزمین کو اپنا ٹھکانا بنائیں گے اور جب تک مسلمانوں کے لئے خلاصی اور راحت وآرام کا سامان نہیں ہوجاتا اپنے وطن سے دور ہی رہیں گے۔

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اس گفتگو پر بڑا ترس آیا، انہوں نے کہا: ''صحبکم اللہ'' (اللہ تمہارے ساتھ ہو) جب وہ چلے گئے تو حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عامر بن ربیعہ تشریف لائے، حضرت لیلیٰ نے اپنے شوہر کا حضرت عمر بن خطاب کی آمد اور ان کی ساری گفتگو کی تفصیل سنائی تو حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے شوہر عامر بن ربیعہ نے کہا: ''عمر اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک خطاب کا گدھا ایمان نہ لائے گا'' ''واللہ لا یسلم حتی یسلم حمار الخطاب'' کہنا کا مقصود یہ تھا کہ جس طرح خطاب کے گدھے کا قبول ایمان محال ہے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی قبول اسلام ناممکن ہے، لیکن حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے حضرت عمر کو دیکھ کر بڑی رقت طاری ہوئی تھی، شاید کہ اللہ عز وجل ان کا دل پھیر دے اور وہ شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں۔

اس پر حضرت عامر نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتی ہو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اسلام قبول کر لیں، انہوں نے فرمایا: ہاں، چنانچہ حضرت لیلیٰ کی تمنا اور خواہش کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آئندہ سال اسلام قبول کر لیا۔ ''فجاء نی زوجی عامر بن ربیعة، فأخبرته بما رأیت من رقة عمر، فقال: ترجین أن یسلم؟ فقلت: نعم (اسد الغابۃ: لیلی بنت أبی حثمۃ: ۷/۲۴۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

حبشہ سے واپسی، دوبارہ ہجرت:

ابھی حضرت لیلیٰ اور حضرت عامر کے حبش کو گئے ہوئے صرف تین ہی دن گذرے تھے کہ یہ اطلاع ان کو ملی کہ حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار و مشرکین کے ساتھ مصالحت کر لی ہے، مہاجرین حبشہ کو جب یہ اطلاع ملی تو ان کا ایک گروہ شوال سن ۵ ہجری بعد بعثت مکہ لوٹ گیا، انہیں میں یہ دونوں میاں بیوی بھی شریک تھے، مکہ کے قریب پہنچنے پر اطلاع ملی کہ یہ خبر غلط تھی، لیکن ان لوگوں نے دوبارہ سفر مناسب نہ سمجھا، مکہ کے کسی سردار کے جوار اور پناہ لینے کو ہی مناسب سمجھا، چنانچہ حضرت لیلیٰ اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما نے عاص بن وائل سہمی کی پناہ لی، اس کے بعد کفار و مشرکین کا مسلمانوں پر ظلم و ستم اور زیادہ ہو گیا، پھر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مظلوم مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کر جانے کو کہا، چنانچہ سن ۶ ہجری بعد بعثت کے ابتدائی دنوں میں تقریباً ایک سو مظلومین کا ایک قافلہ عازم حبشہ ہوا، جس میں اکثر مؤرخین کے مطابق حضرت لیلیٰ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، لیکن چند سال غریب الوطنی کی زندگی گذارنے کے بعد ہجرت نبی علیہ السلام سے پہلے دونوں میاں بیوی مکہ واپس تشریف لائے اور پھر چند دنوں کے بعد جب باذن اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ

منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے والی خواتین میں حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کو خواتین میں اولیت وسبقت کا شرف حاصل ہے۔''چنانچہ علامہ ابن سعد الطبقات الکبری میں فرماتے ہیں:''

أول من قدم المدينة من أصحاب رسول الله ﷺ أبو سلمه بن عبد الأسد، ثم قدم بعده عامر بن ربيعة معه امرأته ليلى بنت أبى حثمة، فهى أول ظعينة قدمت المدينة ''۔

(الطبقات الکبری لابن سعد: ۱/ ۱۷۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:''أسلمت قديما، وبايعت وهاجرت إلى أرض الحبشة الهجرتين جميعا مع زوجها عامر بن ربيعة العنزى حليف الخطاب بن نفيل ''۔(الطبقات الکبری لابن سعد: ۱/ ۱۷۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔قدیم الاسلام ہیں، سرزمین حبشہ کی جانب اپنے شوہر عامر بن ربیعہؓ کے ساتھ دو ہجرتیں کی، جو خطاب بن نفیل کے حلیف تھے۔

شرف وفضیلت

حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ کو یہ شرف وفضیلت حاصل ہے کہ انہوں نے قدیم الاسلام ہونے کی وجہ سے قبلۂ اول (بیت المقدس) کی طرف رخ کر کے بھی نماز پڑھی ہے۔ویسے یہ فضیلت تمام ہی سابقین اولین فی الاسلام صحابہ وصحابیات کو حاصل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے اپنے کمسن فرزند سے کہا: یہاں آؤ، میں تم کو کچھ دوں گی، حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم اس کو کیا دینا چاہتی تھیں، انہوں نے عرض کیا: کھجور، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے اس کو کچھ نہ دیا ہوتا تو میں تم کو جھوٹا سمجھتا۔''أما أنک لو لم تعطيه شيئا كتبت عليک كذبة''

(اسد الغابۃ: لیلی بنت أبی حثمۃ: ۷/ ۲۴۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وفات:

مدینہ منورہ میں ہی ان کا انتقال ہو گیا، مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی وفات دور خلافت ابو بکرؓ میں ہوئی، ان کی لڑکے اور لڑکیوں کے سمیت نو اولاد تھیں۔

تذکارِ صحابہ

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا شمار ان خوش نصیب صحابہ میں ہوتا ہے جو بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے، جب چند بندگانِ خدا کے سوا ساری دنیا توحید کی آواز سے نا آشنا تھی، آپ کے قبول اسلام سے سارے گھرانے میں اسلام کی روشنی پھیلی، اور متعدد افراد دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ مورخین کے مطابق آپؓ کا اسم گرامی بھی اُن مخصوص صحابہ کرام کی فہرست میں درج ہے؛ جنھیں قرآن مجید نے ''السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'' کی صفت سے متصف کیا ہے۔ ابن اسحاق کی بیان کردہ فہرست میں آپ کا شمار پینتالیسواں ہے، جبکہ واقدی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کے ایمان لانے کے فوراً بعد، پانچویں نمبر پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

مختصر سوانحی خاکہ:

نام ونسب: آپ کا نام نامی: خالدؓ، کنیت: ابوسعید، سلسلہ نسب اس طرح ہے: خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی۔ حضرت خالد کے پڑدادا امیہ بن عبد شمس قریش کے خاندان بنو امیہ کے بانی تھے، ان کی نسبت سے آپؓ اموی کہلاتے ہیں۔ عبد مناف پر آپؓ کا شجرہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرے سے جا ملتا ہے۔ عبد مناف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے، جبکہ حضرت خالد کے پانچویں جد تھے۔ حضرت خالد کی والدہ آپؓ کے نام سے ام خالد کنیت کرتی تھیں۔ آپؓ کے نانا حباب بن عبد یالیل بنو ثقیف سے تعلق رکھتے تھے۔ (الاصابۃ: 132/6)

حضرت خالد بن سعید وجیہہ اور خوب صورت تھے۔ ان کی اہلیہ امیمہ (یا ہمینہ) بنت خلف کا تعلق بنو خزاعہ (یا بنو ثقیف) سے تھا۔ قیام حبشہ کے دوران ان کے ہاں سعید اور امۃ کی ولادت ہوئی۔ سعید بے اولاد رہے۔ امۃ بنت خالد کا بیاہ حضرت زبیر بن عوام سے ہوا اور عمرو اور خالد نے جنم لیا۔ حضرت زبیرؓ کے بعد ان کا نکاح حضرت سعید بن عاصؓ سے ہوا، انھوں نے نوے برس کی عمر پائی۔ ابن سعدؒ کا کہنا ہے کہ اب (ہمارے

* مدرس شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

زمانے میں) حضرت خالد بن سعید کی نسل باقی نہیں رہی۔

قبولِ اسلام:

آپ کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ بعثت نبوی کے فوراً بعد دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حضرت خالد نے خواب دیکھا کہ وہ آگ کے ایک ایسے گڑھے پر کھڑے ہوئے ہیں؛ جو بہت بڑا اور انتہائی گہرا ہے، نیز آگ بھی بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے، جس کے شعلے فضا میں بلند ہو رہے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ ان کا والد سعید بن العاص انہیں آگ میں دھکا دے رہا ہے؛ جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں آگ سے بچا رہے ہیں اور انہیں پیچھے سے پکڑ کر باہر کھینچ رہے ہیں۔خواب بلاشبہ بہت مہیب اور خوفناک تھا، فوری آنکھ کھل گئی، خالد نے بے اختیار کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ سچا خواب ہے۔اس درمیان خالدؓ کی ملاقات سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے ہوئی، خالد نے انہیں مذکورہ خواب سنایا۔صدیق اکبرؓ نے جواب میں فرمایا: دیکھو خالد! اللہ رب العزت تمہارے ساتھ خیر و بھلائی چاہتا ہے؛ اسی لیے تم نے یہ خواب دیکھا ہے۔تم ایسا کرو کہ اللہ کے رسول سے ملاقات کرو اور ان کے دین کو تسلیم کر کے ان پر ایمان لے آؤ۔سنو! اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اسلام تمہیں آگ کے گڑھے میں گرنے میں بچا لے گا۔خالد بن سعیدؓ تو پہلے ہی آگ سے ڈرے اور سہمے ہوئے تھے۔سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی بات دل کو لگی، فوراً اللہ کے رسول کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔اجیاد کے مقام پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔خالد نے سوال کیا: آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میں اکیلے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور تم پتھروں کی عبادت کرنا چھوڑ دو۔وہ پتھر جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ نقصان دے سکتا ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے، نہ ہی اسے خبر ہے کہ کون اس کی عبادت کر رہا ہے اور کون نہیں کر رہا۔آپ نے اسلام کا بڑا ہی مختصر مگر جامع تعارف کروایا۔عرب اہل زبان تھے، وہ اس کی باریکیوں کو خوب سمجھتے تھے۔خالد کی خوش قسمتی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ الفاظ سنے اور فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا، توحید و رسالت کی گواہی دیتے ہوئے یہ کلمات زبان پر آ گئے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔(مستدرک حاکم:3/248)

آزمائش اور استقامت:

حضرت خالدؓ اسلام قبول کرنے کے بعد گھر والوں سے چھپ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دعوتِ اسلام میں مصروف ہو گئے، والد کو خبر ہوئی تو انہوں نے ان کے بھائیوں کو پکڑنے کے لیے بھیجا، وہ ان کو گرفتار کر کے

لے آئے، پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا، یہاں جواب صاف تھا کہ جان جائے؛ لیکن محمد ﷺ کا دین نہیں چھوڑ سکتا، اس جواب پر پہلے زجر وتوبیخ شروع ہوئی، جب یہ بے اثر ثابت ہوئی تو زدوکوب کی نوبت آئی اور اس بے دردی سے مارے گئے کہ سر پر پڑتے پڑتے لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

جب مارتے مارتے تھک گئے تو پھر باز پرس شروع ہوئی کہ تم نے محمد ﷺ کی حرکتوں کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ کیوں دیا؟ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ پوری قوم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے معبودوں اور ان کے آباواجداد کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس میں تم بھی ان کی ہمنوائی کرتے ہو، مگر اس قدر مار کے بعد بھی اس بادۂ حق کے سرشار کی زبان سے نکلا کہ خدا کی قسم! وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور اس میں میں ان کے ساتھ ہوں، جب سنگدل باپ ہر طرح سے تھک چکا تو عاجز ہو کر قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا اور اعلان کر دیا کہ کوئی شخص ان سے گفتگو نہ کرے، چنانچہ یہ کئی دن تک بے آب ودانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے، چوتھے دن موقع پا کر بھاگ نکلے اور اطرافِ مکہ میں روپوش ہوگئے۔ (طبقاتِ ابن سعد: جز:4،قسم 1:68)

ہجرتِ حبشہ ومدینہ:

جب مسلمانوں کا دوسرا قافلہ حبشہ جانے لگا تو یہ بھی اپنی اہلیہ حضرت امیمہ یا ہمینہ رضی اللہ عنہا اور بھائی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حبشہ چلے گئے، یہیں ان کے صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئیں۔ جب ہجرت مدینہ کو سات برس بیت گئے تو حضرت جعفر اور باقی مہاجرین نے یہ کہہ کر مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی کہ ہمارے نبی غالب آ گئے ہیں اور دشمن مارے جا چکے ہیں۔ چنانچہ نجاشی نے زادِ راہ اور سواریاں دے کر ان کو رخصت کیا۔

دو کشتیوں میں آنے والے مہاجرین میں حضرت جعفر بن ابو طالب، ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس، ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت خالد بن سعید بن عاص، ان کی اہلیہ حضرت امینہ بنت خلف، قیام حبشہ کے دوران میں پیدا ہونے والے ان کے بیٹے حضرت سعید بن خالد اور حضرت امہ (کنیت: ام خالد) بنت خالد، حضرت خالد کے بھائی حضرت عمرو بن سعید بن عاص، حضرت معیقیب بن ابو فاطمہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اسود بن نوفل، حضرت جہم بن قیس، ان کے بیٹے حضرت عمرو بن جہم اور حضرت خزیمہ بن جہم، حضرت عامر بن ابووقاص، حضرت عتبہ بن مسعود، حضرت حارث بن خالد، حضرت عثمان بن ربیعہ، حضرت محمیہ بن جز، حضرت معمر بن عبداللہ، حضرت ابوحاطب بن عمرو، حضرت مالک بن ربیعہ، ان کی زوجہ حضرت عمرہ بنت سعدی اور حضرت حارث بن عبدقیس اور سرزمین حبشہ میں وفات پا جانے والے اہل ایمان کی بیوگان بھی شامل

تھیں۔مہاجرین کی دونوں کشتیاں صحیح سلامت حجاز کے ساحل پر پہنچ گئیں۔پھر وہ اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے۔ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہوئے تھے،،اگرچہ حضرت خالدؓ اس غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے؛لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا،اس کے بعد عمرۃ القضا، فتحِ مکہ،حنین،طائف اور تبوک وغیرہ سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔(الاستیعاب:1/154)

غزوات میں شرکت:

آپؓ ابتدائی غزوات بدر واحد وغیرہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے،اس محرومی پر ہمیشہ متأسف رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ بدر کے شرف سے محروم رہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو کا؟(ابن سعد:جز:4،ق 1:72)مدینہ آنے کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مراسلات کا عہدہ ان کے متعلق کردیا تھا اور وہ تحریر نامہ و پیام کی خدمت انجام دیتے تھے،9ھ میں بنوثقیف کا جو وفد آیا تھا،اس کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان گفتگو کی خدمت آپؓ ہی نے انجام دی تھی اور وفد کے مشرف باسلام ہونے کے بعد معاہدہ بھی انہوں نے ہی تحریر کیا تھا۔

یمن کی گورنری:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے خانوادے میں حکومت وقیادت کی صلاحیت بہ درجۂ اتم پائی جاتی تھی،اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تینوں بھائیوں کو حکومت کے عہدوں پر فائز کیا تھا،حضرت آبانؓ کو بحرین پر،حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو تیماء پر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یمن پر مامور کیا،یہ تینوں تاحیاتِ نبوی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر وہاں سے واپس ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بھیجنا چاہا اور فرمایا کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ عامل ہو،تم سے زیادہ کون اس عہدہ کا مستحق ہوسکتا ہے؟لیکن انہوں نے انکار کردیا۔(الاستیعاب:1/155)

حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں فتنۂ ارتداد کے خلاف سرگرمی:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں فتنہ ارتداد کی روک تھام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا،مشہور مرتد عمرو بن معدیکرب زبیدی کو جو اسود عنسی کے حلقہ میں تھا،زخمی کیا اور اس کی تلوار اور گھوڑا چھین لیا،مگر وہ بچ کر بھاگ گیا۔(ابن اثیر:2/288)

فتنہ ارتداد فرو ہونے کے بعد شام کی فوج کشی کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو فوج کے

ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا؛ لیکن بعض صحابہ کرامؓ کے کہنے پر سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر کے تیماء کی امدادی فوج کے دستہ کا امیر بنا دیا اور ان کی جگہ پر یزید بن حضرت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا تقرر کیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایتیں دے کر تیماء روانہ کیا کہ راستہ میں ان مسلمانوں کو جو پہلے ارتداد کی شورش میں نہ شریک ہوئے ہوں ساتھ لے لینا اور بغیر میرے حکم ملے ہوئے خود حملہ کی ابتدا نہ کرنا، رومیوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے بہت سے عربی قبائل کو لے کر مختلف اطراف میں چھاپے مارنا شروع کر دیے، حضرت خالدؓ نے دربارِ خلافت میں اطلاع بھیجی، وہاں سے مقابلہ کا حکم آیا، لیکن حضرت خالدؓ کے بڑھتے بڑھتے رومی منتشر ہو گئے اور عربی قبائل جوان کے ساتھ ہو گئے تھے، پھر اسلام لے آئے۔

حضرت خالدؓ نے دوبارہ اطلاع بھیجی، آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ابھی پیش قدمی جاری رکھو، مگر اس طرح کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکیں، اس حکم کے مطابق یہ آگے بڑھے، باہان رومی مقابلہ کو نکلا، لیکن شکست کھائی، انہوں نے اس کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجی، نیز مزید امدادی فوج طلب کی۔ (ابن اثیر: 2/208)

اسی دوران عام لشکر کشی ہوئی، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ذوالکلاع رضی اللہ عنہ اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے بھیجے گئے، ان کے پہنچتے ہی حضرت خالدؓ رومیوں کے مقابلہ میں نکلے، باہان بطریق روم اپنی فوج کو دمشق کی طرف ہٹا لے گیا، لیکن یہ برابر بڑھتے ہوئے چلے گئے اور دمشق و واقوصہ کے درمیان میں خیمہ زن ہوئے، باہان کا مسلح دستہ تاک میں لگا ہوا تھا، اس نے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی اور خود حملہ کرنے کے لیے بڑھا، راستہ میں حضرت خالدؓ کے صاحبزادہ سعید ملے ان کو گھیر کر شہید کر دیا، حضرت خالدؓ کو خبر ہوئی تو وہ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ پیش قدمی روک کر پیچھے ہٹ آئے، اور حضرت عکرمہؓ نے ہوشیاری کے ساتھ باہان کو ان کے تعاقب سے روک دیا اور حضرت خالدؓ ذوالمروہ میں آ کر مقیم ہو گئے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد مدینہ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے ان کی کمزوری پر مناسب تنبیہ کی اور فرمایا واقعی عمرؓ اور علیؓ ان کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے، کاش! میں نے ان کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا۔ (طبری: 2084 تا 2086) اس کے بعد برابر لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے اور گزشتہ کمزوری کی تلافی میں بڑے جوش سے لڑتے تھے، چنانچہ فحل، دمشق وغیرہ میں بڑی جانبازی دکھائی۔

۔۔۔۔۔(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

تذکارِ صحابہ

حفاظتِ دین میں جماعتِ صحابہؓ سرفہرست

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ*

اسلام صرف چند اصول ونظریات اور علوم وافکار کا مجموعہ نہیں ؛ بلکہ وہ اپنے جلو میں مکمل نظامِ عمل لے کر چلتا ہے، دینِ اسلام جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں اصول وقواعد پیش کرتا ہے، وہیں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے؛ چونکہ خاتمِ مرتبت، نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم نبوت ورسالت ہیں اور دینِ اسلام مالکِ کائنات کا آخری پسندیدہ دین ہے؛ اس لیے یہ ضروری تھا کہ شریعتِ محمدیہ (عَلٰی صَاحِبِھَا أَلْفُ أَلْفُ صلوٰۃٍ وَسَلَامٍ) کی علمی وعملی دونوں پہلوؤں سے حفاظت کی جائے اور قیامت تک ایسی جماعت کا سلسلہ جاری رہے جو شریعتِ مطہرہ کے علم وعمل کی حامل وامین اور داعی ونقیب ہو؛ چنانچہ حق تعالیٰ نے دینِ اسلام کی دونوں طرح سے حفاظت فرمائی۔

حفاظتِ دین کے ذرائع میں "صحابۂ کرامؓ" کی جماعت سرِ فہرست ہے، اس برگزیدہ جماعت نے (جسے خود ربِ کائنات نے پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت ومعیت کے لیے منتخب فرمایا تھا) براہِ راست صاحبِ وحی سے دین کو سیکھا پھر اس پر عمل کیا اور اپنے بعد آنے والی نسلوں تک دین کو من وعن پہنچایا، ان بزرگوں نے معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ تربیت اخلاق واعمال کو منشائے خداوندی کے مطابق درست کیا، سیرت وکردار کی پاکیزگی حاصل کی اور رضائے الٰہی کے لیے اپنا سب کچھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔

غرض اس پوری کائنات میں صرف اور صرف حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی وہ واحد مقدس جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت کے لیے سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم اور استاذ مقرر کیا گیا، اس انعام خداوندی پر وہ جس قدر بھی شکر کریں کم ہے اور جتنا بھی فخر کریں بجا ہے۔

چونکہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی وعملی میراث اور آسمانی امانت ان حضرات کے سپرد کی جارہی تھی؛ اس لیے یہ ضروری تھا کہ آنے والی نسلوں کے لیے یہ حضرات قابلِ اعتماد واستناد ہوں؛ چنانچہ قرآن وحدیث میں جگہ جگہ ان کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے اور ان کی بے پایاں عظمتوں کو آشکارا کیا گیا، ان کے اخلاص وللّٰہیت کی شہادت دی گئی اور انھیں بارگاہِ خداوندی سے یہ رتبۂ بلند عطا ہوا کہ انھیں رسالتِ محمدی (عَلٰی صَاحِبِھَا

الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا گیا،فرمانِ الٰہی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ، وَالَّذِيْنَ مَعَه أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ. تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللهِ وَرِضْوَاناً (الآیۃ) محمد، اللہ کے رسول ہیں اور جو ایمان والے ان کے ساتھ ہیں وہ منکرین پر سخت اور باہم شفیق ہیں، تم انھیں دیکھو گے رکوع اور سجدے میں، وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔

گویا یہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ایک دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت میں حضراتِ صحابہؓ کی سیرت کردار کو پیش کیا گیا ہے کہ جسے نبیِ صادق وامین کی صداقت میں شک وشبہ ہو اُسے آپ کے رفقاء اور ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کر کے خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہیے کہ جن کے صحبت یاب اور ہم نشین اس قدر بلند کردار اور پاکباز ہوں وہ خود صدق وراستی کے کس مقام بلند پر فائز ہوں گے۔

پھر نبیِ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، بالخصوص خلفائے راشدین حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروقِ اعظم، حضرت عثمان ذوالنُّورَین، حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب سے احادیث کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ الحاصل جس کثرت وشدت اور تواتر وتسلسل کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کے اوصاف وکمالات اور مزایا وخصوصیات کو بیان فرمایا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے تھے کہ میرے صحابہؓ پر بھرپور اعتماد کیا جائے اور انھیں عام افرادِ امت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے، ان کا تعلق وربط براہِ راست آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہے؛ اس لیے ان کی محبت عین محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابلِ معافی جرم ہے، ارشاد ہے: اَللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، اللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لاَ تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِنْ بَعْدِي، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ أٰذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوْشِکُ أَنْ يَأْخُذَه (اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے میں، میرے بعد انھیں ہدفِ تنقید نہ بنانا؛ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنیاد پر ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کی بناء پر ان سے بغض رکھا، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑ لے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو پابند کیا کہ میری سنت کے ساتھ خلفائے راشدین کے طریقہ اور

راہِ عمل کو بھی لازم پکڑیں۔

الغرض کتاب وسنت کے نصوص بتا رہے ہیں کہ:

(۱) سارے صحابہؓ کو اللہ رب العزت کی دائمی رضا وخوشنودی حاصل ہے۔(۲) جملہ صحابہؓ آپس میں برادرانہ اُلفت ومحبت رکھتے تھے۔(۳) ہر ایک صحابی کا دل ایمان واخلاص کی الفت سے مزین اور کفر، فسق اور نافرمانی سے متنفر تھا۔(۴) حضراتِ صحابہؓ اللہ تعالیٰ کے منتخب وبرگزیدہ ہیں، جماعتِ انبیاء کے علاوہ جن وبشر کا کوئی بھی فرد ان کی عظمتِ شان کو نہیں پہنچ سکتا۔(۵) صحابہؓ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور ان سے بغض، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض ہے۔(۶) صحابہؓ کو تنقید وتنقیص کا نشانہ بنانا حرام ہے۔(۷) امت کا سارا شرف ومجد صحابہؓ کے ساتھ وابستگی پر موقوف ہے۔

قرآن وحدیث کی ان واضح اور روشن ہدایات کے بالمقابل عصرِ حاضر کے اہلِ ظواہر کہتے ہیں:

(۱) امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ جو روایت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیان کریں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں؛ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح ان کی درایت (فہم) ہم پر واجب التعمیل نہیں، بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہو" (شمع محمدی ص۹ طبع کراچی)

اسی صفحہ پر جملہ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں اسی موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۲) صحابہؓ کی درایت معتبر نہیں (شمعِ محمدی)۔(۳) کردارِ صحابی حجت نیست اگرچہ بصحت رسد (بدور الاہلہ ج۱ ص۲۸) صحابیؓ کا کردار اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو حجت ودلیل نہیں ہے۔(۴) وَمَا هُوَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى صَحَابِيٍ أَوْ تَابِعِيٍ لَاتَقُوْمُ بِهِ الْحُجَّةُ (الروضۃ الندیہ ج۱ ص۷۷) صحابی وتابعی کے قول سے حجت ودلیل قائم نہیں ہوگی۔(۵) دینِ اسلام صرف وحیِ الٰہی کا نام ہے، یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث اس کے علاوہ کسی کا قول یا عمل دینِ اسلام نہیں ہے خواہ صحابہؓ ہوں۔(دعوت الی الخیر ص۳ طبع کراچی)

(۶) خطبۂ جمعہ میں خلفاء کے ذکر کا التزام بدعت ہے۔(ہدایۃ المہدی ج۱ ص۱۱۰)

حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا تھا، اس کے خلاف ایک جدید ظاہری کا تیور دیکھیے! فرماتے ہیں: (۷) پھر آپ اور ہم اُسے کیوں مانیں ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں، ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج۲ ص۲۵۲ مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور) (۸) بعض صحابہؓ فاسق تھے، جیسے ولید بن عُقبہ، معاویہ، عمرو، مغیرہ، سَمُرۃ (نزل الابرار ج۳ ص۹۴) نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِکَ!

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

اصلاحی مضامین

منشیات کا بڑھتا ہوا تباہ کن مرض اور نوجوان نسل

از قلم: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

رب ذو الجلال نے نفس انسانی کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے عمدہ ترین سانچے میں ڈھال کر جس مقصد عظیم کے لئے پیدا کیا ہے اس کی تکمیل و تتمیم کے لئے عقل وخرد، شعور و نظر، فکر و آگہی اور احساس و ذمہ داری کا درست اور معتدل رہنا بھی انتہائی اہم اور ضروری ہے، عقل و دماغ کے کمال ہی سے دنیا آج سائنس و ٹیکنالوجی کی وہ معراج طے کر رہی ہے کہ جہاں تک پہنچنے کا ماضی میں شاید کسی نے خواب تک نہ دیکھا ہوگا؛ لیکن اسکے برخلاف شعور و نظر سے محرومی اور فکر و آگہی سے غفلت انسان کو ثریا سے تحت الثریٰ تک اور عزت و عظمت سے ذلت و خواری کے بھیانک انجام تک پہونچا دیتی ہے؛ بلکہ اخلاق و شرافت کا جنازہ نکال کر انسانیت کو ہلاک کر دیتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی پاکیزہ شریعت نے عقل و خرد کو مدہوش کرنے والی نظر و فکر کو سلب کر دینے والی تمام تر چیزوں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ شراب ہو یا چرس، ڈرگس ہو یا گانجا، افیون ہو یا ہیروئین تمام نشہ آور چیزوں کو اسلام نے نہ صرف حرام کہا بلکہ شرابی و مدہوش پر کوڑوں کی سخت سزا بھی عائد کی ہے۔

ہمارا ملک ہندوستان آبادی کے اعتبار سے بڑا ملک اور نوجوانوں کی کثرت کے اعتبار سے دنیا بھر میں متعارف ہے؛ قوم کی ریڑھ کی ہڈی مانی جانے والی نوجوان نسل اگر ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے تو اس ملک کی تقدیر سنور سکتی ہے لیکن اگر اخلاق سوز، حیا باختہ عادات و اطوار میں مبتلا ہو جائے تو وہی قوم دنیا کے نقشے پر ذلت و رسوائی کا سبب بھی بن جاتی ہے اس وقت ہمارے ملک میں مجموعی اعتبار سے یہ خبریں سامنے آتی جا رہی ہیں کہ مسلم نوجوان خصوصاً اور برادران وطن عموماً خطرناک قسم کے ڈرگس استعمال کر رہے ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ٹارگٹ بنا کر ڈرگس مافیا کام کر رہے ہیں، ذہنی تناؤ اور ڈپریشن کے علاج کے نام پر ڈرگس کو فروغ دے رہے ہیں، بلکہ ناکام عاشقوں کو تلاش کر کے سکون و راحت اور لائف انجوائے کے بہانے خطرناک زہریلے ڈرگس پڑیوں انجکشن اور کیپسول کے ذریعہ نوجوانوں کی رگوں میں پیوست کر رہے ہیں، بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ نشہ کے عادی نوجوان نشہ کی تکمیل کے لیے چوری اور ڈکیتی کر رہے ہیں، نوجوان بچیاں اپنی عصمت و

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

عفت کا سودا کر کے نشہ کر رہی ہیں، جس کے نتیجے میں گھر تباہ، خاندان برباد، طلاق کی شرح میں روز بروز اضافہ، بداخلاقی اور بے راہ روی عام ہوتی چلی جا رہی ہے۔

منشیات کسے کہتے ہیں:

عربی کا ایک لفظ 'نَشْوَة' ہے، جس کے معنی مستی کے ہیں۔ 'نَشِيَ يَنْشى' کا مطلب ہے مست ہونا، نشے میں آنا۔ 'نَشِيَ مِنَ الشَّراب' کا مطلب ہے: شراب سے مست ہوا۔ فارسی میں آ کر یہی نشوہ 'نشہ' بن گیا۔ ہر وہ چیز جو نشہ لانے والی ہو 'مُنَشّي' (مُوَنَش شی) کہی جاتی ہے۔ مُنَشِّی کی جمع مُنَشِّیات ہے۔

منشیات کی اصطلاحی تعریف

ماہرین نے منشیات کو سوئی ہوئی زندگی سے تعبیر کیا ہے لیکن ''منشیات'' سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن سے عقل میں فتور پیدا ہوتا ہے اور فہم وشعور کی صلاحیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ لفظ منشیات یا ڈرگس کا اطلاق ہر اس شئے پر ہوتا ہے، جس میں کسی بھی طرح کا نشہ پایا جائے، خواہ یہ ٹھوس یا مائع کی شکل میں ہو یا قلیل وکثیر مقدار میں ہو۔ منشیات کی تعریف میں تمام وہ ممنوع دوائیں بھی آتی ہے جنھیں نشہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

منشیات کی اقسام

دور حاضر میں منشیات کا استعمال بہت تیزی سے عام ہو رہا ہے دنیا بھر میں چرس، افیون، ہیروئن، بھنگ اور حشیش سمیت منشیات کی 21 سے زائد اقسام ہیں۔ دنیا میں 62 فیصد لوگ چرس' بھنگ اور حشیش کے عادی ہیں جبکہ باقی 20 فیصد ہیروئن، دس فیصد افیون، 20 فیصد لوگ کوکین' کیپسول کرسٹل اور گولیاں استعمال کرتے ہیں۔

منشیات کی بہت ساری اقسام میں گٹکا، سگریٹ، حقہ، شراب، بوٹی، حشیش، افیون، (Marijuana) چرس، گانجہ، بھانگ، ہیروئن (سفید پاؤڈر)، مارفین، براؤن شوگر، ڈائی زیپم، صمد بونڈ، انجکشن، کوریکس، ٹینو شربت، کوکین، پٹرول، نشہ آور گولیاں، نشہ آور پکوڑے، بھانگ کے پاپڑ، کریک، گلاس، ایکسٹسی، ایمفیٹامائنز (کرسٹل میتھ یا آئس اسی کی قسمیں ہیں)، ایل ایس ڈی وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

موجودہ دور میں تو مختلف کیمیکلز، ٹائر پنکچر کا سولیوشن، سردی کھانسی کی دوائیوں اور اس طرح کے روزمرہ زندگی میں استعمال شدہ جس کی دسترس آسانی سے ہو، اسے بھی نشہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جن میں جوتوں کی پالش، اینک فلوڈ (fluid ink)، کلر پینٹ اسپرے وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

منشیات؛اور ہمارا ملک

اقوام متحدہ کے دفتر برائے منشیات اور جرائم (یو این او ڈی سی) کی طرف سے جاری کردہ 2021ء ورلڈ ڈرگ رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال کے دوران دنیا بھر میں تقریباً 275 ملین افراد نے منشیات کا استعمال کیا۔ کچھ اندازوں کے مطابق، دنیا میں منشیات کی اسمگلنگ کی تجارت 650 بلین ڈالرز سے زائد تک کی ہے۔ جب کہ 36 ملین سے زائد افراد منشیات کے استعمال کی خرابی کا شکار تھے۔ منشیات کا استعمال سب سے زیادہ امریکا میں ہوتا ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں منشیات کی سب سے زیادہ مانگ یورپ میں ہے۔

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس (ایمس) کے ذریعہ کئے گئے سروے کے مطابق ہمارے ملک میں تقریباً 8,50,000 انجیکشن کے ذریعے ڈرگس لیتے ہیں، قریب 460,000 بچے اور 18 لاکھ بالغ سونگھ کر نشیلی ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔ نیشنل ڈرگ ڈپنڈنٹ ٹریٹمنٹ سینٹر اور ایمس نے پایا کہ ہمارا ملک غیر قانونی منشیات کے ایک بڑے مرکز کے طور پر ترقی کر چکا ہے۔

گلوبل برڈن آف ڈیزیز 2017ء کے ڈاٹا سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر قانونی منشیات نے اس سال دنیا بھر میں تقریباً 5.7 لاکھ افراد کی جان لی۔ سروے میں بتایا گیا ہے کہ ملک میں افیم کے استعمال کا پھیلاؤ عالمی اوسط سے تین گنا زیادہ ہے۔ (بہ حوالہ: منشیات کے خوفناک اثرات؛ انسانی زندگی پر)

منشیات؛وجوہات واسباب

ماہر منشیات ڈاکٹر ہیرالال لوہانو منشیات کے استعمال کی تین بنیادی وجوہات بیان کرتے ہیں جن میں ذہنی دباؤ سرفہرست ہے۔ یہ دباؤ امتحان، محبت میں ناکامی، تاخیر سے شادی، نظر انداز کئے جانے، کسی کے ساتھ مقابلے اور بے روزگاری سمیت کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ شخصیت کا عدم توازن جبکہ تیسری وجہ دوستوں کی صحبت ہے یعنی چار دوست اگر منشیات استعمال کرتے ہیں تو پانچواں دوست دباؤ میں آ کر اس کا استعمال شروع کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر لوہانو کے مطابق بعض امیر گھرانوں کے نوجوانوں میں منشیات کے استعمال کی ایک وجہ جنسی قوت میں اضافے کی خواہش بھی ہے۔

ایک سروے کے مطابق نشے کی عادت میں مبتلا ہونے کی ایک اہم وجہ والدین کی بچوں سے عدم توجہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے سگریٹ نوشی کرتے ہیں اور ان کے والدین اس امر سے بے خبر نظر آتے ہیں، یہ بچے سگریٹ کے دھوئیں کے ہمراہ آگے بڑھتے ہوئے ایک ایسی راہ کے مسافر بن جاتے ہیں جو انہیں تباہی و بربادی کی منزل تک لے جاتی ہے۔ آج وہ دور نہیں جب لوگ راہ چلتے ہوئے بھی کسی بچے کو تنبیہ کر دیں تو وہ اس وقت

کے لیے ہی سہی ہاتھ سے سگریٹ پھینک دیتا تھا' آج اگر ہم کسی اپنے کو بھی کچھ کہتے ہیں تو وہ اپنی ایک غلط حرکت کے سو عذر پیش کر دیتا ہے۔

منشیات کا حکم؛ قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید نے بھی اس زہریلے اور خطرناک مرض منشیات کے استعمال کو سخت حرام اور ناجائز قرار دیا ہے

ارشاد ربانی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَ الْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ. وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلٰى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ.(المائدہ/ ۹۰-۹۲)

اس آیت مبارکہ میں (۱) نشہ آور چیزوں کی حرمت کو بت پرستی کے ساتھ ذکر فرمایا گیا، گویا یہ برائی شرک کی طرح ہے۔ (۲) اسے نجاست وگندگی قرار دیا گیا۔ (۳) اسے شیطانی کام بتایا گیا۔ (٤) اس سے مکمل احتیاط کو لازم کیا گیا۔ (۵) اس سے اجتناب کو فلاح کا ذریعہ بتایا گیا۔ (٦) اس کی حرمت کا سبب واضح کیا گیا کہ اس سے باہم عداوت ونفرت پیدا ہوتی ہے۔ (۷) واضح کیا گیا کہ نشے کا عادی بنا کر شیطان تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کرتا ہے۔ (۸) اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب نشہ آور چیزوں کی لعنت اتنی خرابیوں کا مجموعہ ہے تو کیا پھر بھی تم اس سے باز نہیں آؤ گے؟ (۹) اللہ ورسول کی اطاعت فرض ہے اور اس کا تقاضا شراب ونشہ سے مکمل گریز ہے۔ (۱۰) سختی سے فرمادیا گیا کہ یہ حکم الٰہی ہے، اس سے اعراض کرو گے تو نتیجے کے ذمہ دار تم خود ہو گے، رسول کے ذمے حق پہونچانا ہے، وہ پہونچا چکے، ماننا تمہارے ذمے ہے نہیں مانو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔(ماخوذ از: منشیات اور شراب ص:14)

منشیات کا حکم؛ احادیث مبارکہ کی روشنی میں

جس طرح قرآن مجید میں منشیات کی حرمت صراحتاً موجود ہے بالکل اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی خرابیوں اور برائیوں کو بتایا گیا، نشہ آور چیزوں کے استعمال پر پیدا ہونے والی خرابیوں کا کتب احادیث میں اس قدر تذکرہ موجود ہے کہ اس مختصر سی تحریر میں اس کو جمع کرنا ممکن بھی نہیں ہے

ذیل میں چند احادیث مبارکہ میں چند خطرناک وعیدیں اور اس کے جسم وذات اور معاشرہ پر پڑنے والے چند بدترین نقصانات کو ذکر کیا جارہا ہے۔

(1) دس طریقوں سے (نشہ آور چیزیں) ملعون ہیں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: لُعِنَتِ الخمرُ علیٰ عَشَرَةِ أَوْجهٍ: بِعَيْنِهَا، وَعَاصِرِهَا، وَمُعْتَصِرِهَا، وَبَائِعِهَا، وَمُبْتَاعِهَا، وَ حَامِلِهَا، وَالمحْمُولَةِ إِلَيْهِ، وَآكِلِ ثَمَنِهَا، وَشَارِبِهَا ، وَ سَاقِيهَا (ابن ماجہ/ ۳۳۸۰)

دس طریقوں سے شراب (نشہ آور چیز) کو ملعون قرار دیا گیا ہے:

(۱) بذاتِ خود شراب (۲) شراب بنانے والا (۳) شراب بنوانے والا (٤) شراب فروخت کرنے والا (۵) شراب خریدنے والا (٦) شراب اٹھا کر لے جانے والا (۷) جس کی طرف اٹھا کر شراب لے جائی جائے (۸) شراب کی قیمت کھانے والا (۹) شراب پینے والا (۱۰) شراب پلانے والا۔

(2) نشہ آور کی دعا مقبول نہیں

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ وَضَعَ الخمرَ علیٰ کَفِّهِ لم تُقْبَلْ لَهُ دَعْوَةٌ. (کنز العمال ۱۳۸/ ۵)

جو اپنے ہاتھ میں شراب (نشہ آور چیز) لیتا ہے (تاکہ اس کو پیئے) اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ نشہ آور اللہ تعالیٰ سے اس قدر دور ہو جاتا ہے کہ اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی، دعاؤں کا قبول نہ ہونا ہی ایک بڑی نحوست اور عذابِ الٰہی ہے جس کا نشہ آور نقصان بھگتا ہے

(3) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی نشہ آور کا ایک سنگین واقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشہ سے متعلق ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک خوبصورت عورت نے اپنے پاس شراب رکھی اور ایک بچہ کو رکھا اور ایک شخص کو مجبور کیا کہ وہ تین میں سے ایک برائی کم سے کم ضرور کرے، یا تو وہ اس عورت کے ساتھ بدکاری کرے، یا اس بچہ کو قتل کر دے، یا شراب پئے، اس شخص نے سوچا کہ شراب پینا ان تینوں میں کمتر ہے؛ چنانچہ اس نے شراب پی لی؛ لیکن اس شراب نے بالآخر یہ دونوں گناہ بھی اس سے کرالئے۔ (نسائی:۵٦٦٦)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منشیات کا استعمال زنا بدکاری اور چوری وڈکیتی اور قتل وغارت گری سے بھی بڑھ کر ہے، انہیں خطرناک ہمہ جہت نقصانات کے پیشِ نظر متعدد اہل علم کا یہ قول منقول ہے: لأَنْ أَرَى ابْنِي يَزْنِي أَوْ يَسْرِقُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْكَرَ، يَأْتِي عَلَيْهِ وَقْتٌ لَا يَعْرِفُ اللّٰهَ فِيهِ (نضرۃ النعیم/ ۴۷۰۸:۱۰)

میری اولاد زنا یا چوری کا جرم کرے، یہ اس کی بہ نسبت بہتر ہے کہ وہ نشہ کی لعنت میں مبتلا ہوجائے اور اس کے روز وشب میں ایسا وقت بھی آئے کہ وہ اللہ کی معرفت سے محروم رہے۔

شراب ومنشیات کی لعنت؛ اور اس کے نقصانات

منشیات کی عادت انسان کو (1) دین ومذہب سے بے گانہ کر دیتی ہے، اور دین کو بے حد نقصان پہونچاتی ہے۔ (2) جسم وصحت اور قوت کو نا قابل تلافی ضرر پہونچاتی ہے۔ (3) والدین کو اولاد کی صحیح تربیت سے محروم کر دیتی ہے۔ (4) عزت نفس کو تار تار کر دیتی ہے۔ (5) خاندانی نظام کو بکھیر دیتی ہے۔ (6) اخلاق وکردار کو بگاڑ دیتی ہے۔ (7) عقل وشعور سے بے گانہ کر دیتی ہے۔ (8) انسان کو شیطان کا آلہ کار بنا کر اللہ کی رحمت سے دور کر دیتی ہے۔ (9) انسان کو ذلت ورسوائی کے تاریک غار میں دھکیل دیتی ہے۔ (10) مالی اعتبار سے انسان کو مفلوک الحال بنا دیتی ہے۔ (11) عبادت سے غافل اور معاصی کا عادی بنا دیتی ہے۔ (12) پوری زندگی کو بے سکونی اور بے چینی کی نذر کر دیتی ہے۔

مسلمانوں کے لئے مُنَشِّیات اور اس جیسی دیگر ایسی ممنوعہ وحرام اشیاء جن کے استعمال کرنے سے عقل میں فتور پیدا ہو سکے، اس کی خرید وفروخت، اس کا استعمال، اس کی کاشت، اس کا کاروبار کرنا، اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لینا، یا کسی اور طریقہ سے اس ناپاک کاروبار کے ساتھ منسلک ہونا حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو پاکیزگی، عفت و پاکدامنی، شرم وحیا اور راست گوئی وراست بازی جیسی اعلیٰ صفات سے متصف اور مزین دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں قبیح وحرام، ناپاک، بے حیائی، بے عقلی، بدگوئی اور بے راہ روی جیسی رذیل وملعون عادات سے بچنے کا حکم اور امر کرتا ہے۔

لہٰذا اپنی فکر اور اپنے اہل وعیال کی فکر کر کے بدکاری پھیلانے والی اس نشیلی ادویات سے معاشرے کو بچائیں۔ مُنَشِّیات کے استعمال کے بڑھتے ہوئے اعداد وشمار سماج کے لئے یقیناً لمحۂ فکر یہ ہیں یہ چنگاری رفتہ رفتہ ہر گھر کو متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑے گی کیونکہ مُنَشِّیات کے اس دلدل میں بھی گرفتار ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔ کہتے ہیں گھر کے باہر اگر کچرے کا انبار لگ جائے تو اس کی صفائی پر توجہ دینی چاہئے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا تو کچرا اگر گھر میں نہ آسکا تو اس کی تعفن زدہ بدبو گھر کو برباد کر دے گی۔

خدا پوری ملت کی نئی نسل کو اس قبیح عادت سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

اصلاحی مضامین

مسلم پرسنل لا اور یونیفارم سول کوڈ کے درمیان نسبت

از: مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگر*

شریعت اسلامیہ فطرت انسانی کے بالکل عین موافق ہے کیونکہ اسی فطرت پر قدرت نے نوع انسانی کو وجود بخشا ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:"فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (الروم: ۳۰) ترجمہ: (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا- اور آپ علیہ السلام کا فرمان ہے: ما من مولود الا یولد علی الفطرة (صحیحین) ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا فطرت (یعنی قبولیت اسلام کی صلاحیت) پر پیدا ہوتا ہے، یعنی انسان کو جس مذاق ومزاج پر پیدا کیا گیا اور خلقتاً وطبعاً جو صلاحیت اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ اسلام کی دولت ہے، جب اسلامی جبلت پر ہی انسان کی پیدائش ہوئی تو مطلب یہ ہوا کہ اسلام کے تمام قوانین وفرامین اور انسانی طبائع وخصائل کے درمیان کلی توافق اور صد فیصد ہم آہنگی ہے، اور اسی قانون کے مطابق اس کی نشوونما ہونی چاہیے، اسلام کے معنی دراصل خود سپردگی اور باری تعالیٰ کے احکامات کے آگے سرنڈر ہوجانے کے ہیں، اسی قانون کی اتباع اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کو اہل اسلام کی اصطلاح میں دین وشریعت اور اہلیان ہند کے جمہوری عرف میں مسلم پرسنل لا یا اسلامک لا کہا جاتا ہے۔

پرسنل لا بورڈ کا قیام اور پس منظر:

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جمہوری ممالک کے نظامِ بود وباش کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کے باشندوں کو مذہبی اعتبار سے مکمل آزادی اور مذہبی تشخصات ورسومات کے مطابق زندگی گزارنے کا قانونی طور پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے، لیکن 1972ء میں تبنیت (Adopted children) کے مسئلے کو لے کر ایک بل پیش ہوا تو اس وقت کے وزیر قانون H.R گوکھلے نے یونیفارم سول کوڈ کے تئیں تمام مذاہب کے لوگوں کو اس بل پر یکساں طور پر عمل کروانے کا منصوبہ بنایا، اس سے مسلم حلقہ میں بڑی سراسیمگی وانتشار برپا ہوگیا، کیوں کہ بل میں جو تجویزات درج تھیں وہ اسلامی قانون سے بالکل متصادم تھیں، تو ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمہ اللہ کی تحریک پر مہتمم دارالعلوم دیوبند

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس وقت کے متفکر علماء وقومی قائدین کو یکجا کر کے ایک میٹنگ کی، بعدہ 27۔28 دسمبر 1972 میں تمام مکاتب فکر کی عوام وعلماء کو جوڑ کر ممبئی شہر میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، جلسے میں دیے گئے بیانات وخطابات کے پیشِ نظر سب لوگوں نے مسلم پرسنل لا کے قیام پر اتفاق رائے کا اظہار کیا، چنانچہ 7/اپریل 1973 کو ہمارے اس تاریخی شہر حیدر آباد میں بورڈ کی باضابطہ طور پر بِنا وتاسیس عمل میں آئی اور مہتمم دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا بطور صدر اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ کا بطورِ معتمد عمومی انتخاب عمل میں آیا۔

مسلم پرسنل لا بورڈ اہداف ومقاصد:

مسلم پرسنل لا کا دائرہ کار کیا ہے، اور وہ کن کن باتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے؟ اس سلسلے میں لکھے گئے تعارفی کِتابچوں کے مطابق وہ درج ذیل امور ہیں:

۱۔ مسلمانوں کو پرسنل لا کے بارے میں باشعور رکھنا، نیز پارلیمنٹ اور صوبائی مجالس قانون ساز اور عدلیہ میں زیر بحث آنے والے ایسے تمام قوانین کی تشریح پر نظر رکھنا جن کا تعلق براہِ راست یا بالواسطہ مسلم پرسنل لا سے ہو۔

۲۔ محمڈن لا کا جائزہ لینا اور مختلف دبستان فقہ سے استفادہ کرتے ہوئے مناسب حدود میں واقعی دشواریوں کو ماہرین وعلماء کے باہمی مشورے سے حل کرنا۔

۳۔ مسلمانوں کو عائلی ومعاشرتی زندگی کے بارے میں شرعی احکام، حقوق وفرائض سے واقف کرانا، اس سلسلے میں ضروری لٹریچر کی اشاعت نیز مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتحاد واتفاق کو پروان چڑھانا۔

(ہندوستان میں پرسنل لا، مختصر تاریخی پس منظر)

اسلامک لا کی حقیقت:

یہاں اس لطیف نکتہ کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ قومِ مسلم کا بحیثیت قوم اصلاً کوئی قانون نہیں ہے، بلکہ قانون دراصل ہم سب کے خالق اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس قانون کو بہ واسطہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے انسانوں کی رہبری کے لیے بھیجا ہے، قرآن پاک میں صراحتاً اس کی شہادت موجود ہے" انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" (اعراف: ۱۵۸) میں تم سب کی طرف بطور پیغمبر مبعوث ہوا ہوں، نیز آپ علیہ السلام نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے" وبُعثتُ إلى الناس عامة" (بخاری ومسلم) جب یہ قانون خالق کائنات حق تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے تو اس کی مخلوق کے لیے اس سے بہتر اور عمدہ کوئی اور نظام حیات نہیں ہوسکتا، لہٰذا اصلاً تو سبھی انسانوں کو

چاہیے کہ وہ اسی اسلامی قانون کو جس پر سب کی تخلیق ہوئی ہے، بہ سر وچشم قبول کریں اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کو فطرت کی آواز پر لبیک کہنا تصور کریں، اب اگر کوئی اس قانون کو نہیں اپناتا تو وہ اس کا اپنا فیصلہ ہے، لیکن جو اس قانون پر چل رہے ہوں یا چلنا چاہتے ہوں تو ان سے تعرض کرنا اور ان کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی سراسر ظلم، ہٹ دھرمی اور اپنے خالق سے بغاوت ہے، ایسے میں برادران وطن کا حقیقت سے لاتعلق ہو کر محض عصبیت کی بنا پر مسلمانوں کے پرسنل معاملات میں دخل دینا اور پرسنل لا میں مداخلت کی کوشش عقلاً اخلاقاً قانوناً کسی بھی لحاظ سے قابل تحمل نہیں ہے، با ایں ہمہ ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ موقع بہ موقع اور بہانے بہانے سے خالص مسلم معاشرت سے متعلق مسائل جیسے تعدد ازدواج، تفویض طلاق وتثلیث طلاق، گوشت خوری ولاؤڈ اسپیکر پر اذان، جمع وعیدین کی نمازیں وغیرہ کے بابت زہر آلود بیانات اور نشریاتی پیغامات میں ان پر پابندی لگانے یا ان میں ترامیم کرنے کا مطالبہ کررہا ہے، حالانکہ ان امور سے نہ ان کی کوئی ملی غرض وابستہ ہے اور نہ کوئی ذاتی مفاد، بلکہ اس کا اصل محرک اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، بالخصوص اس وقت RSS، بجرنگ دل اور وشواہندو پریشد جیسی تنگ نظر فرقہ پرست جماعتیں لوگوں کے ذہنوں میں نفرت وعداوت کا زہر گھول رہی ہیں اور میڈیا وغیرہ کے ذریعے بے ہنگم ان مسائل کو اٹھا کر ملک کی خوشگوار فضا کو مسموم کرنے اور پرامن ماحول کو منتشر ومشتعل کرنے کی نامشکور سعی کررہے ہیں، ان تمام کے باوصف حکومتوں کے خاموش رہنے سے بظاہر ایسا لگتا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ یہی حقیقت ہو ارباب حکومت سے لے کر عدلیہ تک کے سبھی افراد در پردہ یہی چل رہا ہے ہیں کہ مسلم پرسنل لا پر یا تو پابندی عائد کردی جائے یا کم از کم اس میں اس درجہ ترمیم کی جائے کہ مسلمانوں سے ان کے مذہبی اختیارات چھین لیے جائیں، اور وہ آزادانہ طور پر اپنے مذہبی معاملات اور دینی امور کو انجام نہ دے سکیں، اور اپنے اس اقدام سے وہ صرف اس لیے رکے ہوئے ہیں کہ ان کے ارادوں کو قانون کی بیڑیوں نے جکڑ رکھا ہے۔

یونیفارم سول کوڈ کا منصوبہ اور اس کی حقیقت:

جب ارباب اقتدار نے دیکھا کہ فی الحال ان کے منصوبوں پر عمل ملکی قانون کی بندش کی بنا پر آسان نہیں ہے تو انہوں نے یہ تدبیر اپنائی کہ یونیفارم سول کوڈ کے نام پر ایک ایسا قانون ملک میں نافذ کیا جائے جس میں نہ صرف مسلمان بلکہ تمام اہل مذاہب سے ان کے مذہبی امتیازات کو سلب کر کے سب کو ایک نظام اور طریق کا پابند کیا جا سکے، متصلب اور مذہبی ہندو تو اس پر راضی نہیں ہیں، لیکن ان کا ایک بڑا طبقہ جو اس قانون کے نفاذ کے بدترین عواقب سے ناواقف ہے اور کچھ ایسے مسلمان جن کے اذہان پر مغربی پراگندگی اور افکار پر یورپیت و

عقل پرستی کا بھوت سوار ہے اس بِل کے پاس ہونے کی حمایت وتائید کررہے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ حالات کے تنوع اور دور جدید کے تقاضوں کے پیش نظر اسلام کے قدیم وفرسودہ قوانین پر عمل پیرا ہی کما حقہ ممکن نہیں ہے، نیز بعض امور کے بارے میں اسلامی قانون بہت تنگ واقع ہوا ہے؛ لہٰذا انسانی نفسیات اور احساسات کے پیش نظر ان احکام میں ترمیم یا اس کے متبادل کوئی ایسا نظام حیات تدوین کرنا ناگزیر ہے جس میں سماج کے تمام طبقات کو مذہبی بندشوں سے آزاد ہو کر یکساں طور پر حقوق حاصل ہوں، حالانکہ ان فاسد الخیال، کوتاہ فہم بل کہ بے عقل وبددماغ لوگوں کو اتنا تو سوچنا چاہیے کہ حکومت جو بھی قانون پیش کرے گی وہ انسانوں کا بنایا ہوا ہوگا اور اور ناقص العقل انسان کا بنایا ہوا ادھورا قانون تا ابد اس ہمہ گیر نظام کا مساوی یا متبادل کبھی نہیں ہوسکتا جس کا قانون ساز خود ذات حق جل مجدہٗ ہے؛ اور نہ ہی انسان اپنی عقل نارسا سے ان حقائق وحِکَم کا ادراک کرسکتا ہے جو خدائی قانون میں پنہاں ہیں، لہٰذا اسلامک لا سے ہٹ کر مسلمانوں کو یونیفارم سول کوڈ پر عمل درآمد کرنے کے لیے کہنا جمہوری نظام کی خلاف ورزی ہونے کے ساتھ ساتھ بہ جبر واکراہ ان کو کفر وارتداد کی آگ میں جھونکنے کے مترادف ہے، کیوں کہ اسلامک لا اور سول کوڈ میں آگ پانی جیسا تفاوت ہے، اس سلسلے میں حضرت مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کا ایک حق نما وچشم کشا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

" حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور یکساں سول کوڈ کے مابین ایسا ہی تضاد ہے، جیسے ایمان وکفر میں ہے؛ کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ولائحہ عمل ہے، جس کے اپنے قوانین ہیں، اپنے اصول ہیں، اپنے ضوابط وکلیات ہیں، اور یہ سب کے سب کسی بشر وانسان کے بنائے ہوئے نہیں، بل کہ خالق بشر حضرت حق جل مجدہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام میں حقِ قانون سازی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے:" ان الحُکْمُ إِلَّا لِلّٰہِ " کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے، کسی انسان کو یا کسی اور مخلوق کو یہ حق حاصل نہیں، خواہ نبی ہو یا ولی، عالم ہو یا فاضل، فلسفی ہو یا سائنس دان، سب اللہ کے بندے ہیں، جن کو اللہ کے لائے ہوئے قانون پر بلا چوں وچرا عمل کرنا ہے، ان کو قانون بنانے کا کوئی حق نہیں، اس کے برعکس یکساں سول کوڈ جو بنے گا وہ انسانوں کی عقل وفہم، ان کے علم وتجربہ کی بنا پر تیار ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اسلام نام ہے اللہ کے قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرنے اور پھر اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا؛ اور یکساں سول کوڈ جب اللہ کے حکم کے خلاف انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے تو وہ اسلام کی ضد یعنی کفر ہوا، اس لیے اسلام میں اور یکساں سول کوڈ میں وہی نسبت ہے، جو ایمان اور کفر میں ہے، تو جس طرح ایک شخص کفر کو اختیار کرکے مسلمان ومومن نہیں ہوسکتا، بالکل اسی طرح یکساں سول کوڈ کو تسلیم کرکے بھی کوئی شخص دائرہ اسلام میں باقی نہیں رہ سکتا"۔ (نفائس الفقہ)

آخری بات:

آج سول کوڈ کے نفاذ اور پرسنل لا میں ترمیم جیسے مدعوں کو بڑے زور وشور کے ساتھ اٹھایا جارہا ہے اور انتہاپسند جماعتیں بڑے شدومد کے ساتھ کوشاں ہیں کہ کسی بھی طرح یہ نظام ملک میں نافذ ہوجائے، زیر نظر مسودہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے نیز کچھ احباب کی خواہش بھی تھی کہ اس عنوان پر کچھ خامہ فرسائی کی جائے، لہٰذا قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ خود بھی اس پر لکھیں، بولیں اور قوم کے اندر یہ شعور پیدا کریں کہ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں سبھی مسلمان خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں اپنا قومی اور ایمانی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنے لا کے تحفظ کی خاطر ہر ممکن کوشش کریں اور سول کوڈ کی تنفیذ کے منصوبے کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں، الغرض پرسنل لا کے تحفظ کے تئیں سب سے بہترین اقدام اور کامیاب تدبیر وہ بات ہے جو صدرِاول پرسنل لا بورڈ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے بنگلور کے ایک اجلاس کے دوران ارشاد فرمائی تھی کہ:

" آج اگر سب مل کر اس پر جمع ہوجائیں کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جو"اسلامی معاشرت" ہے، ہم اسے قائم کر کے رہیں گے، سارے مل کر اگر عمل کریں تو عمل کے اندر خود وہ طاقت ہے کہ دوسروں کے چھکے چھوٹ جائیں گے، زبان سے بھی کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی؛ ہمارا اور آپ کا کام یہ ہے کہ ایک تو عمل درآمد ہو اس کے اوپر۔ اور ایک اس کا اعلان ہو اور اس کی پوری اطلاع دیدی جائے کہ اس قانون میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہم اس کو ایک منٹ کے لئے گوارہ کرسکتے ہیں، ہماری جانیں جاسکتی ہیں، مگر اس قانون پر آنچ نہیں آسکتی"۔

اصلاحی مضامین

حیا اسلام کی نظر میں

از: مولانا محمد شاہ نواز قاسمی

لغت کی کتابوں میں کسی معیوب اور ناپسندیدہ عمل کے خوف سے انسان کے اوپر طاری ہونے والی ظاہری تبدیلی کو شرم اور حیا کہا گیا ہے۔ جب کہ شریعت کی روشنی میں ایسی فطری خصلت کو کہتے ہیں جو انسان کو برے امور سے اجتناب اور حق دار کے حقوق کی ادائیگی کی داعی اور مُحرِّک ہو۔ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حیا کی دو قسمیں ہیں: وہبی اور کسبی۔ وہبی حیا انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی فطرت میں ودیعت کی ہوتی ہے۔ حیا کی دوسری قسم کسبی کہلاتی ہے۔ یہ صفت انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت، یقین کی مضبوطی اور اس کی شان کی بلندی کا علم حاصل کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔ حیا کی یہ قسم ایمان کی اعلیٰ ترین صفت اور سلوک کا اونچا درجہ ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے الحل المفہم میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر وہبی اور کسبی دونوں قسم کی حیا کا مجموعہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطری حیا کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین باکرہ لڑکی سے زیادہ شرمیلے اور حیادار تھے اور کسبی حیا کا یہ مقام کہ پہاڑ کی اونچائی اس کے آگے ہیچ۔

شریعت کی نظر میں حیا کی نوعیتیں دو ہیں۔ حیائے شرعی: جو کسی بڑے کے احترام کے پیشِ نظر کی جائے، یہ حیائے محمود کہلاتی ہے۔ حیا غیر شرعی: جو کسی حکم شرعی کے چھوڑنے کا سبب بنے، یہ شکل مذموم اور ناپسندیدہ ہے؛ اسے باطن کی شکستگی اور نفس کی کمزوری کہنا موزوں ہوگا۔ مشہور مفسر مجاہد رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: شرمیلا انسان علم کا اکتساب نہیں کرسکتا۔ اس سے مراد حیائے غیر شرعی ہے۔ حیا کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تغافل نہیں برتنا چاہیے۔ بصورت دیگر اسے نفسیاتی خوف اور بزدلی کا نام دیا جاسکتا ہے۔

حیا انسان کی فطری خوبی اور ہر خیر کی اساس ہے۔ ذیل میں حیا کے چند فضائل نقل کیے جاتے ہیں: حیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے۔ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ننگے بدن غسل کرتے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ

کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حیادار اور پردہ کرنے والے ہیں۔ حیا اور پردہ آپ کو نہایت پسند ہیں۔ اگر کوئی غسل کرے تو اسے پردہ کرنا چاہیے۔ اس حدیث شریف میں لوگوں کو شرم اور پردہ کی ترغیب دی گئی ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو ناپسند فرماتے ہیں اور عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہیں؛ اس لیے بندوں کو بھی صفتِ الٰہی اختیار کرتے ہوئے حیا اور پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حیا خدا تعالیٰ کے شایانِ شان ایک عظیم صفت:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا: اللہ تعالیٰ با حیا اور سخی ہیں، جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ انھیں خالی ہاتھ واپس کر دیں۔

علامہ ہراس رحمہ اللہ کہتے ہیں: حیا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے؛ مگر عام مخلوق کے وصف سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان میں حیا کا مطلب ایسے امور کو نظر انداز کرنا ہے جو اس کی رحمت، فیاضی، عفو و درگزر کے منافی ہیں، انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج، اپنی بے بسی اور لاچاری کے باوجود برملا نافرمانی کرتا ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ تمام تر قدرت اور شانِ بے نیازی کے باوصف انسان کے عیوب کی پردہ دری سے شرم کرتے ہوئے پردہ پوشی کے وسائل مہیا فرماتے ہیں اور توبہ کے بعد بندے کو عفو و کرم کا پروانہ عطا کرتے ہیں۔

حیا ہر خیر کی کنجی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا کا انجام محض خیر اور اچھائی ہے۔

ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو انسان برائیوں اور محرمات کا ارتکاب کرتے ہوئے لوگوں سے شرم کرتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ایسا شخص اپنے خالق اور پروردگار سے زیادہ شرم محسوس کرے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کی بنا پر فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں لاپرواہی اور معاصی کے ارتکاب سے نفرت ہوگی۔ ہر سلیم الفطرت انسان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع و نقصان اور موت و حیات کے مالک ہیں؛ اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیے۔

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حیا کا انجام محمود ہے؛ کیوں کہ حیا برائیوں کو لگام دیتی ہے۔ بداخلاقیوں سے روکتی اور حسن اخلاق کی ترغیب دیتی ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے حیا ایمان کا وصف خاص قرار پایا۔

حیا ہر برائی کو روکنے کا ذریعہ ہے:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو پہلے انبیائے کرام کی

جو باتیں معلوم ہوئی ہیں، ان میں سے یہ ہے کہ اگر تم کو شرم نہ ہو تو جو چاہو کرو۔

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فاصنع ماشئت فعل امر کا صیغہ خبر کے معنی میں وارد ہوا ہے۔ یا فعل امر تہدید کے معنی میں شرم اور حیا کی خلاف ورزی کے انجام بد سے ڈرانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے؛ یعنی تم جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ تمھیں اس پر جزا سزا دینے والے ہیں۔ یا اپنے ذریعے کیے جانے والے کاموں کو دیکھ لو، اگر شرم وحیا کے مغایر نہ ہوں، کرڈالو اور اگر شرم وحیا کے منافی ہوں، تو باز آجاو۔ یا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے ذرا شرم نہیں آتی ہے تو دینی معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ سے شرم نہ کرتے ہوئے اس کو انجام دینا چاہیے اور مخلوق کے خوف کو بالکلیہ خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ یا اس کے ذریعے انسان کو حیا کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کی ستائش مقصود ہے۔ یعنی جب تمھاری مرضی کے مطابق ہر کام کرنا جائز نہیں ہے تو شرم اور حیا کو خیرباد کہنا بھی بہتر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اتنی حیا کرو جتنا اس کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس سے حیا کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے، لیکن اس کا حق یہ ہے کہ تم اپنے سر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی حفاظت کرو پھر پیٹ اور اس میں جو کچھ اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے اس کی حفاظت کرو اور پھر موت اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو یاد کیا کرو اور جو آخرت کی کامیابی چاہے گا وہ دنیا کی زینت کو ترک کردے گا اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے حیا کرنے کا حق ادا کردیا۔

تشریح: سر کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ سر جسے خدا نے شرف مکرمت سے نوازا ہے خدا کے علاوہ کسی اور کے کام نہ آئے۔ سر کو جسے خدا نے انسانی تقدس عطا فرمایا ہے انسان کے ہاتھوں تراشے گئے فانی بتوں اور خود انسانوں کے سامنے سجدہ ریز کر کے ذلیل نہ کیا جائے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اپنی دینداری کا سکہ جمانے کے لیے نماز نہ پڑھی جائے۔ سر کو خدا کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے جھکایا نہ جائے اور سر کو از راہ غرور و تکبر بلند نہ کیا جائے۔

"سر کے ساتھ" کی چیزوں سے مراد ہیں۔ زبان، آنکھ، اور کان اور ان چیزوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضاء کو گناہ سے بچایا جائے، جیسے زبان کو غیبت میں مبتلا نہ کیا جائے اور نہ جھوٹ بولا جائے آنکھ سے نامحرم اور گناہ کی چیزیں نہ دیکھی جائیں اور کان سے کسی کی غیبت اور جھوٹ مثلاً کہانی وغیرہ نہ سنی جائے۔

"پیٹ کی محافظت" کا مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزیں نہ کھائی جائیں۔

''پیٹ کے ساتھ'' کی چیزوں سے جسم کے وہ حصے اور اعضاء مراد ہیں جو پیٹ سے ملے ہوئے ہیں، جیسے ستر، ہاتھ پاؤں اور دل وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ جسم کے ان اعضاء اور حصوں کو بھی گناہ سے محفوظ رکھا جائے مثلاً ستر کو حرام کاری میں مبتلا نہ کیا جائے، گناہ وفواحش کی جگہ جیسے میلے، تماشے، ناچ گانے میں نہ جایا جائے کہ اس طرح پاؤں معصیت سے محفوظ رہیں گے ہاتھوں سے کسی کو کسی بھی طرح کی ایذاء نہ پہنچائی جائے۔ جیسے نہ کسی کو مارے پیٹے، نہ کسی کا مال چوری کرے اور نہ چھین کر لے اور نہ نامحرم کو ہاتھ لگائے، اسی طرح دل کو برے عقیدوں، گندے خیالات اور خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی یاد سے پاک رکھا جائے۔

آخر میں انسان کے جسم خاکی کے فانی ہونے کا احساس دلایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ آخرت کا ایک نہ ایک دن اس دنیا سے تعلق ہو جائے گا اور یہ فانی جسم خواہ کتنا ہی حسین و جمیل اور باعظمت کیوں نہ ہو قبر کی آغوش میں سلا دیا جائے گا جہاں گوشت تو گوشت ہڈیاں تک بوسیدہ وخاک ہو جائیں گی۔

پھر اس کے بعد آیت (ومن اراد الآخرۃ الخ) فرما کر ایک ضابطہ بیان فرما دیا گیا ہے کہ جو شخص جانتا ہے کہ دنیا فانی ہے وہ دنیا اور دنیا کی لذات وخواہشات کو ترک کر دیتا ہے، نیز یہ کہ جو شخص آخرت کے ثواب اور وہاں کی ابدی نعمتوں اور سعادتوں کی خواہش رکھتا ہے وہ دنیا کی ظاہری زیب وزینت چھوڑ دیتا ہے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں پورے کمال کے ساتھ کسی ایک شخص میں یہاں تک کہ اولیاء میں بھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ اس حدیث کو لوگوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ بیان کرنا، اس کی اشاعت کرنا اور اس کے مفہوم ومطالب سے عوام کو باخبر کرنا بڑی سعادت اور فضیلت کی بات ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو کثرت کے ساتھ ذکر و بیان کرنا مستحب ہے۔ (مظاہر حق جدید، شرح مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 86)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شرم وحیا کا بہت غلبہ تھا حتیٰ کہ وہ اپنے برہنہ حصہ پر بھی نگاہ نہیں پڑنے دیتے تھے۔ اس کے برعکس بنی اسرائیل مجمع عام میں برہنہ ہو کر غسل کرنے کے عادی تھے اس لئے وہ حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے کبھی کہتے کہ ان کے خاص حصہ جسم پر برص کے داغ ہیں، کبھی کہتے کہ ان کو ادرۃ (فوطوں کا متورم ہو کر بڑھ جانا) کا مرض ہے یا کوئی اور اسی قسم کا خراب مرض ہے تب ہی تو چھپ کر علیحدہ نہاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام سنتے اور خاموش رہتے آخر اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی ہوئی کہ ان کو اس تہمت سے پاک اور بری کرے چنانچہ ایک روز وہ علیحدہ آڑ میں نہانے کی تیاری کر رہے تھے کپڑے اُتار کر پتھر پر رکھ دیئے، پتھر

خدا کے حکم سے اپنی جگہ سے سرکا اور بنی اسرائیل کے مجمع میں پہنچ گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبراہٹ اور غصہ میں اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے ”ثوبی حجر“ (اے پتھر! میرے کپڑے) پتھر جب مجمع کے سامنے ٹھہر گیا تو سب نے دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام بیان کردہ ہر قسم کے عیب سے پاک وصاف ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس اچانک واقعہ کا ایسا اثر ہوا کہ پتھر پر لاٹھی کے چند وار کیے جس سے اس پر نشان پڑ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عظیم پیغمبر تھے، جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہوئے۔ ایک مرتبہ سفر میں تھے گرمی کا موسم تھا پاؤں ننگے تھے۔ سفر کی تھکاوٹ اور پیدل چل چل کر پاؤں میں چھالے پڑ چکے ہیں، ذرا آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلے پر ایک کنواں ہے وہاں سے کچھ نوجوان اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے کچھ فاصلے پر باحیا دو لڑکیاں کھڑی ہیں۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ یہ دونوں لڑکیاں اس جنگل میں کیوں کھڑی ہیں اور کس کا انتظار کر رہی ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب وجہ دریافت کی تو پتہ چلا کہ ان کا کوئی بھائی نہیں، باپ بوڑھا ہے وہ اس قابل نہیں کہ چل پھر سکے اور وہ دونوں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے آئی ہیں کہ جب تمام لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو آخر میں یہ اپنی بکریوں کو پانی پلائیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی بات سننے کے بعد آگے بڑھے اور خود پانی کنوئیں سے نکالا اور ان کی بکریوں کو پلا دیا۔ لڑکیاں جب خلاف معمول جلدی گھر پہنچیں تو باپ نے جلدی آنے کی وجہ پوچھی تو دونوں نے باپ کو پوری حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ باپ خود بھی پیغمبر تھے فرمایا کہ جاؤ اس نوجوان کو بلا کر لاؤ تاکہ ہم اس کو پورا پورا بدلہ دیں۔ اب ایک لڑکی جب موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تو وہ کس طرح آئی، اس کا انداز کیا تھا۔ قرآن نے اس کے چلنے کا انداز جو کہ شرم وحیا سے لبریز تھا اس طرح بیان کیا ہے:

ترجمہ: ”پھر آئی ان دونوں میں سے ایک، شرم وحیا سے چلتی ہوئی۔ وہ کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ وہ بدلہ دے جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔“ (القصص:۲۵)

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی۔ شرم وحیا کا دامن نہیں چھوڑا، نگاہ نیچے تھی۔ بات بھی شرما کر زیادہ کھل کر نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حیا اس قدر پسند آئی کہ اس حیا کو قرآن بنا کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کر دیا تاکہ پوری امت کی عورتوں کو پتہ چل جائے کہ جب وہ گھروں سے نکلیں تو شرم وحیا سے عاری لوگوں کی طرح گردن اٹھا کر نہ چلیں بلکہ دھیمی چال سے کہ شرافت اور حیا ان سے واضح نظر آئے۔ جس طرح شعیب علیہ السلام کی بیٹی شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پردہ دار کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناپسند گزرتی، تو ہم اس ناپسندیدگی کے آثار آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر پہچان جاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے، جس میں سب سے زیادہ شرم وحیا ہوتی ہے؛ کیوں کہ شادی نہ ہونے کی وجہ سے وہ مردوں کے ساتھ میل جول سے دور ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ شرم وحیا کا پیکر بن کر اپنے گھر ہی میں رہتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اس سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ تاہم نبی ﷺ کو جب کوئی ناپسندیدہ یا ایسی بات نظر آتی، جو آپ ﷺ کی طبیعت کے برخلاف ہوتی تو اس کے اثرات آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہوجاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد (بطور ولیمہ) گوشت اور روٹی تیار کروائی اور مجھے کھانے پر لوگوں کو بلانے کے لیے بھیجا، پھر کچھ لوگ آئے اور کھا کر واپس چلے گئے۔ پھر دوسرے لوگ آئے اور کھا کر واپس چلے، میں بلاتا رہا۔ آخر جب کوئی باقی نہیں رہا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اب تو کوئی باقی نہیں رہا جس کو میں دعوت دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب دسترخوان اٹھالو لیکن تین اشخاص گھر میں باتیں کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ باہر نکل آئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سامنے جا کر فرمایا: السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، اپنی اہل کو آپ نے کیسا پایا؟ اللہ برکت عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ اسی طرح تمام ازواج مطہرات کے حجروں کے سامنے گئے اور جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اس طرح سب سے فرمایا اور انہوں نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح جواب دیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ تین آدمی اب بھی گھر میں بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بہت زیادہ حیادار تھے، آپ (یہ دیکھ کر کہ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں) عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف پھر چلے گئے، مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد میں نے یا کسی اور نے آپ کو جا کر خبر کی کہ اب وہ تینوں آدمی روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ اب واپس تشریف لائے اور پاؤں چوکھٹ پر رکھا۔ ابھی آپ کا ایک پاؤں اندر تھا اور ایک پاؤں باہر کہ آپ نے پردہ گرالیا اور پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو۔ سوائے اس وقت کے جب تمہیں کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے، ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ بیٹھے رہو، البتہ جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور وہاں باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات

سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان (رسول کی ازواج) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تمہیں جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو (کسی طرح بھی) تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے“۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: (ایک دن) رسول کریم ﷺ اپنے گھر میں اپنی رانیں یا پنڈلیاں کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے انہیں اندر بلالیا اور اسی حالت میں لیٹے رہے، حضرت ابوبکرؓ (کچھ دیر تک بیٹھے) آپ ﷺ سے باتیں کرتے رہے پھر حضرت عمرؓ نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے انہیں اندر بلالیا اور اسی طرح لیٹے رہے حضرت عمرؓ (بھی کچھ دیر تک بیٹھے) آپ ﷺ سے باتیں کرتے رہے اور پھر جب حضرت عثمانؓ نے حاضری کی اجازت چاہی (اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے) تو رسول کریم ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا (یعنی رانیں یا پنڈلیاں ڈھک لیں) جب حضرت عثمانؓ (اور خدمت اقدس میں حاضر دوسرے لوگ) چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اندر آئے تو آپ نے نہ جنبش کی اور نہ ان کی پرواہ کی، (بلکہ اسی طرح لیٹے رہے اور اپنے کپڑے بھی درست نہیں کئے) اسی طرح حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپ ﷺ نے اس وقت بھی نہ حرکت کی اور نہ ان کی پرواہ کی، مگر جب حضرت عثمانؓ اندر داخل ہوئے تو آپ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کرلئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ عثمانؓ بہت حیادار آدمی ہیں میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے عثمان کو اسی حالت میں بلالیا (کہ میری رانیں یا پنڈلی کھلی ہوئی ہوں) تو وہ مجھ سے اپنا مقصد پورا نہیں کریں گے یعنی اگر وہ مجھ کو اس حالت میں دیکھیں کے تو غلبہ ادب اور شرم وحیا سے میرے پاس نہیں بیٹھیں گے اور جس مقصد سے یہاں آئے ہیں اس کو پورا کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیوں کہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر ہی گئی۔

صحیح بخاری میں خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''زبیر نے مجھ سے نکاح کیا، اس وقت ان کے پاس نہ تو زمین تھی نہ غلام، نہ کچھ اور سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے۔ میں ان کے گھوڑے کو دانہ کھلاتی تھی، پانی بھرتی تھی، ڈول سیتی تھی، آٹا گوندھتی تھی۔ انصار کی کچھ عورتیں جو میری ہمسایہ تھیں، روٹی پکا دیتی تھیں، وہ عورتیں مخلص تھیں، میں زبیر کی زمین سے جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی تھی، سر پر گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کی مسافت پر تھی''۔

اسی زمانے میں ایک دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھجور کی گٹھلیوں کا گٹھا سر پر لادے چلی آ رہی تھیں کہ راستے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اصحاب کے ہمراہ مل گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور چاہا کہ اسماء رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو جائیں لیکن حضرت اسماء شرم کی وجہ سے اونٹ پر نہ بیٹھیں اور گھر پہنچ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ''سبحان اللہ! سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہیں آئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ پر بیٹھنے میں شرم مانع ہوئی۔'' کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا کیا جس نے گھوڑے اور اونٹ کی نگہداشت سنبھال لی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی مصیبت کچھ کم ہوئی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی رحلت کا واقعہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ پر جب نزع طاری ہوا؛ تو آپ نے کہا کہ مجھے بٹھا دو، جب بٹھا دیئے گئے، تو اللہ تعالیٰ سے کہنے لگے: اے اللہ! میں وہ ہوں کہ آپ نے حکم دیا تو قصور کر دیا اور آپ نے منع کیا تو نافرمانی کی، پھر کلمہ طیبہ پڑھا اور آسمان کی جانب گھور گھور کر دیکھنے لگے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ آسمان کی جانب گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، جو نہ انسان ہیں نہ جنات اور کہا کہ ان صورتوں کو مرحبا ہو، جو نہ جن ہیں نہ انسان ہیں۔ پھر سورۂ قصص کی یہ آیت تلاوت فرمائی: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہے ہم یہ ان لوگوں کو عطا کریں گے جو زمین میں نہ اپنی بڑائی چاہتے ہوں اور نہ بگاڑ پیدا کرنا اور (اللہ کی نافرمانی سے) بچنے والوں ہی کے لئے بہتر انجام ہے۔

پھر آپ کی آواز پست ہوگئی، دیکھا تو روح قبض ہو چکی تھی۔ (تاریخ الاسلام للذھبی: ۷/ ۲۰۴)

اصلاحی مضامین

ہم مسلمان نکاح کیسے کریں؟

از: مفتی محمد ابراھیم قاسمی حسامی*

اسلام دراصل اللہ کی مکمل اطاعت کا نام ہے۔ اسلامی شریعت کا مقصد انسان کی فلاح و بہبود ہے۔ وہ زندگی کے تمام امور و مسائل میں رہنمائی کرکے انسان کو شریعت اسلامی کا پابند بنانا چاہتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں شادی بیاہ کے مسائل پر روشنی ڈالی جارہی ہے تاکہ غیر اسلامی اور جاہلانہ رسوم و رواج سے بچا جاسکے۔ شادی بیاہ میں رشتہ کا انتخاب بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت کی کیا رہنمائی ہے؟

رشتوں کا معیار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عورتوں سے چار باتوں کے پیش نظر نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اس کے مال کے پیش نظر، اس کے حسب (خاندان) کے باعث، اس کے حسن کی خاطر اور دینداری کے باعث۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں (یہ جملہ کبھی تعجب اور کبھی تنبیہ وغیرہ کے لئے بولا جاتا ہے) تجھے تو دین دار عورت حاصل کرنا چاہئے“ (بخاری) دوسری جگہ ارشاد ہے: تم ان سے دین کی بنیاد پر شادی کرو۔ کیونکہ ایک کالی کلوٹی کم عقل والی لونڈی بھی اگر دین دار ہو تو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے۔ (حدیث) مزید ایک جگہ فرمایا: ”دنیا کی حیثیت ایک متاع ہے اور متاع دنیا میں بہترین چیز نیک عورت ہے۔“ (بہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ، مسلم) دراصل دین کا علم اور اس پر عمل بہت بڑی دولت ہے۔ زندگی کو پر لطف و پرسکون بنانے اور اطمینانِ قلب حاصل کرنے کے لئے دین داری ہی بہتر اور ضروری ہے۔

نکاح کی اہمیت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے میری سنت کو راہِ زندگی بنالیا پس وہ مجھ سے ہے اور میری سنت نکاح ہے۔“ (حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے علی! تین کام ہیں جن میں جلدی کرنا چاہئے۔ ایک نماز جب اس کا وقت آجائے۔ دوسرے جنازہ

* صدر صفہ ایجوکیشنل سوسائٹی رجسٹرڈ وقار آباد، خطیب مسجد نظام الدین سکندرآباد

جب کہ وہ تیار ہوجائے۔ تیسرے بن بیاہی عورت کا نکاح جب کہ اس کا مناسب رشتہ مل جائے۔" (ترمذی۔ حاکم) رشتہ کے طئے ہونے ہی کو منگنی کہا جاتا ہے۔لیکن رشتہ طئے ہوجانے کے بعد جاہلانہ غیر اسلامی رسوم ورواج کا ایسا سلسلہ چلتا ہے کہ رسم ورواج کی پیروی میں لوگ شیطان کو بھی شرما دیتے ہیں۔دراصل اہل ایمان کو مندرجہ بالا تعلیمات کے مطابق اسلامی احکام کی پابندی کرتے ہوئے رسم ورواج سے پرہیز کرنا چاہئے۔

نکاح کے اصول وضوابط

نکاح، اسلامی معاشرتی نظام کا ایک اہم رکن ہے جو زوجین کو حلال طریقے سے ازدواجی رشتے میں باہم منسلک کرتا ہے اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت ہے؛ کیوں کہ حدیث میں ہے: النکاح من سنتی فقہا کرام نے حالات کے اعتبار سے نکاح کرنے اور نہ کرنے کے احکام بیان کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

فرض: اگر شہوت بہت زیادہ ہو حتی کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کر لینے کا یقین ہو، مہر اور نان ونفقہ ادا کرسکتا ہو، نیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کر لینا فرض ہے۔

واجب: نکاح کرنے کا تقاضہ ہو، نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، مہر اور نان ونفقہ ادا کرسکتا ہو نیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کر لینا واجب ہے۔

سنت مؤکدہ: عام حالات میں یعنی مالی اور جسمانی حالت اچھی ہو، بیوی کے حقوق کو ادا کرسکتا ہو، بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو تو نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

مکروہ تحریمی: اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی یا صنفی حقوق ادا نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حرام: اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی یا صنفی حقوق ادا نہ کرنے کا؛ یا عورت پر ظلم کرنے کا یقین ہو؛ یا نکاح کرنے کا مقصد بیوی پر ظلم کرنا ہو تو پھر نکاح کرنا حرام ہے۔

(البحر الرائق ۳/ ۸۴، الدر المختار علی رد المحتار: ۳/ ۶، فتاوی محمودیہ ۱۰/ ۴۷۲ پاکستان)

نکاح کرنے کے یہ درجات جس طرح مردوں کے لیے ہیں، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہیں۔نکاح میں لڑکے کے اوپر مہر، ولیمہ مسنونہ اور مستقل طور پر بیوی کے نان ونفقہ کے اخراجات کے علاوہ کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے؛ اس لیے صرف اس وجہ سے کہ ابھی زیادہ روپیہ پیسہ نہیں ہے، یا ولیمہ میں بھاری بھرکم خرچہ کرنے کی استطاعت نہیں ہے، نکاح نہ کرنا یا نکاح کو موخر کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی

صورت میں سخت گناہ ہوگا اور اپنے ذہن اور جسم وروح کے ساتھ ناانصافی بھی ہوگی۔جہیز کا مطالبہ کرنا لڑکے کا یا اس کے گھر والوں کی طرف سے کسی کا لڑکی سے یا اس کے گھر والوں میں سے کسی سے کسی بھی سامان کا یا کھانے کی دعوت کا صراحت کے ساتھ یا اشارہ وکنایہ میں یا رسم ورواج کی بنیاد پر مطالبہ کرنا جائز نہیں، سخت گناہ کی بات ہے اور مرد کی غیرت کے خلاف ہے۔کپڑے، زیورات، اور گھریلو ساز وسامان کا انتظام کرنا سب مرد کے ذمہ ہے۔اگر لڑکی والے مطالبہ کے بغیر مگر رسم ورواج یا سماج کے دباؤ میں آکر کچھ دے تو بھی لینا نہیں چاہیے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يَحِلُّ مَالُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ لِأَخِيهِ، إِلَّا مَا أَعْطَاهُ بِطِيبِ نَفْسِهِ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۷۵٦) یعنی کسی دوسرے کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر کسی کے لیے حلال نہیں۔سماجی دباؤ میں آکر دینے کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا یوں سمجھے کہ ہمارے یہاں اس موقع پر فلاں چیز دینے کی رسم ہے دینا ہی پڑے گا، اگر نہیں دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے؟ اگر لڑکی ازخود کوئی سامان اپنے میکے سے لاتی ہے تو اس پر صرف اسی لڑکی کا حق ہے۔مرد کو اس میں اپنا حق جتانا یا بیوی کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔حق مہر نکاح کی وجہ سے بیوی کا مہر واجب ہوتا ہے۔مہر کی مقدار کم از کم دس درہم یعنی تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی یا اس کی مالیت کا ہونا ضروری ہے۔اس سے کم مالیت میں اگر نکاح کیا جائے مثلاً پانچ سو روپے میں یا صرف ۸٦۷ روپے میں تو نکاح تو منعقد ہو جائے گا؛ مگر دس درہم کی مقدار کا ادا کرنا واجب ہوگا؛ تاہم متوسط طبقے کے لوگوں کے لیے مہر فاطمی یعنی ایک کلو پانچ سو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی متعین کرنا مستحب ہے۔دین مہر کا بعد نکاح فوراً ادا کر دینا بہتر ہے۔اس کو مؤخر کرنا مناسب نہیں، علماء کرام کا مشورہ ہے کہ اس زمانہ میں سونے یا چاندی میں مہر متعین کرنا لڑکی کے حق میں مناسب ہے؛ اس لیے کہ افراط زر کے اس زمانہ میں سالوں گزرنے کے باوجود اس کی مالی حیثیت میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔دوسرے یہ کہ یہ سنت سے زیادہ قریب ہے؛ کیوں کہ دورِ نبوی میں عموماً سونے وچاندی سے مہر طے ہوتا تھا۔

ارکانِ نکاح

نکاح حرام کو حلال کرتا ہے؛ اس لیے اس کے ارکان اور شرائط کو بوقت نکاح ملحوظ رکھنا نہایت ہی ضروری ہے، ورنہ بعض دفعہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ہے اور طویل عرصہ تک لڑکا لڑکی دونوں حرام کاری کرتے رہتے ہیں۔نکاح کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔پیغام دینے اور پیش کش کرنے کو ایجاب کہتے ہیں، خواہ لڑکے کی طرف سے ہو یا لڑکی کی طرف سے اور دوسرے کی طرف سے منظور کر لینے کو قبول کہا جاتا ہے۔

ایجاب وقبول کی شرائط

پہلی شرط: ایجاب وقبول کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو، مثلاً ایجاب جس مجلس میں ہوا اسی مجلس میں قبول ہو جائے ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، مثلاً اگر ایجاب وقبول کی جگہ بدل جائے یا کوئی ایک مجلس سے اٹھ جائے پھر قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع: ۲/ ۲۳۲، ہندیہ: ۱/ ۲۶۹)

دوسری شرط: دوسری شرط یہ ہے کہ: (الف) ایجاب وقبول کا تلفظ کیا گیا ہو، یعنی اگر ایجاب وقبول کرنے والا بولنے پر قادر ہے اور دونوں مجلس میں موجود ہیں تو ایجاب وقبول کی منظوری زبان سے دینا ضروری ہے۔ مثلاً ایجاب یوں کرے "میں نے آپ سے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا" اور قبول یوں کرے "ہاں میں نے قبول کیا" اگر ایجاب وقبول کے الفاظ لکھ دیے جائیں، یا صرف سر کو ہلا دیا جائے یا نکاح نامہ میں صرف دستخط کر دیے جائیں تو ان صورتوں میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (ب) اگر نکاح کرنے والوں میں سے کوئی ایک مجلس میں موجود نہ ہو؛ مگر اس کی طرف سے اس کا ولی جس کو اس نے نکاح کرانے کی اجازت دے رکھی ہو یا وکیل جس کو اس نے نکاح کرانے کا وکیل بنایا ہو، موجود ہو تو وہ خود اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے۔ مثلا یوں ایجاب کرے "میں نے فلاں یا فلانہ کا نکاح آپ سے اتنے مہر کے عوض کیا" اور قبول اس طرح کرے "ہاں میں نے فلاں یا فلانہ کی طرف سے قبول کیا" یا قاضی ولی اور وکیل کا ترجمان بن کر اس کی موجودگی میں ایجاب کرے تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (ج) اگر کوئی ولی یا وکیل بھی موجود نہ ہو تو اگر کسی ایک نے ایجاب کو لکھ کر بھیجا اور دوسرے نے جس مجلس میں اس کو ایجاب کی تحریر پہونچی اسی مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب کو پڑھ کر یا کسی سے پڑھوا کر زبان سے قبول کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۶۹-۲۷۰)

تیسری شرط: تیسری شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے صیغے ماضی یا حال کے ہوں، مثلاً میں نے آپ سے نکاح کیا یا نکاح کرتا ہوں کہے، اسی طرح میں نے قبول کیا یا میں قبول کرتا ہوں، یا مجھے قبول ہے وغیرہ الفاظ کہے، پس اگر مستقبل کے صیغے استعمال کیے جائیں، مثلاً یوں کہا کہ نکاح کروں گا، قبول کروں گا یا ٹھیک ہے کرلوں گا وغیرہ تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۹/ ۳۵) چوتھی اور آخری شرط: چوتھی شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کم از کم دو ایسے مسلمان عاقل وبالغ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ہو، جو فریقین کے ایجاب وقبول کے الفاظ کو سن سکیں؛ لہٰذا اگر دو گواہ نہیں ہیں یا گواہ تو ہیں؛ مگر مسلمان نہیں ہیں، یا صرف عورتیں ہیں، یا گواہ بالغ، اور عاقل نہیں ہیں تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ (....جاری)

درسِ عبرت

ایک عرب مالدار عدنان خاشقجی کا عروج وزوال

از: فردوس جمال

ستر اور اسی کی دہائی میں اس کی شہرت اور دولت کا اتنا چرچا تھا کہ" شہزادیاں" اور" شہزادے" ان کے ساتھ ایک کپ کافی پینا اپنے لئے" اعزاز" سمجھتے تھے۔وہ کینیا میں موجود اپنے وسیع وعریض فارم ہاوس میں چھٹیاں گزار رہے تھے کہ ان کی کم سن بیٹی نے آئیسکریم اور چاکلیٹ کی خواہش کی تو انہوں نے اپنا ایک جہاز ال 747 مع عملہ پیرس بھیجا جہاں سے آئیسکریم خریدنے کے بعد جنیوا سے چاکلیٹ لیکر اسی دن جہاز واپس کینیا پہنچا اس کے ایک دن کا خرچہ 1 ملین ڈالرز تھا۔لندن، پیرس، نیویارک، سڈنی سمیت دنیا کے 12 مہنگے ترین شہروں میں اس کے لگثری محلات" تھے۔انہیں عربی نسل گھوڑوں کا شوق تھا دنیا کے کئی مما لک میں ان کے خاص اصطبل تھے۔

جب اس نے 875 ملین ڈالر اپنی امریکی بیوی کے منہ پر مارے اور اسے طلاق دی، اس کی دی ہوئی طلاق آج تک دنیا کی مہنگی ترین طلاق سمجھی جاتی ہے۔اس کی ملکیت میں جو یاٹ تھی وہ اپنے دور کی سب سے بڑی یاٹ تھی، جو اس وقت بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھی، اس یاٹ میں 4 ہیلی کاپٹر ہر وقت تیار رہتے جب کہ 610 افراد پر مشتمل خدام اور عملہ تھا، وہ یاٹ بعد میں ان سے برونائی کے سلطان نے خریدی ان سے ہوتے ہوئے ڈونلڈ ٹرامپ تک پہنچی، ٹرامپ نے 29 ملین ڈالر میں خریدی۔

ان کی اس یاٹ پر جیمز بانڈ سیریز کی فلموں سمیت کئی مشہور ہالی ووڈ فلمیں شوٹ کی گئیں۔اپنی پچاسویں سالگرہ پر اس نے اسپین کے ساحل پر دنیا کی مہنگی ترین پارٹی دی جس میں دنیا کی 400 معروف شخصیات نے 5 دن تک خوب مستی کی۔امریکی صدر رچرڈ نکسن کی بیٹی کی ایک مسکراہٹ پر 60 ہزار پاونڈ مالیت کا طلائی ہار قربان کر دیا۔

اسلحے کا بہت بڑا سوداگر تھا ملکوں کے درمیان وہ اسلحے کی ڈیل اور معاہدے کراتا تھا، سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان اس نے 20 ارب ڈالر کے معاہدے کرائے۔

شراب اور شباب اس کی کمزوری تھی 4 جائز اور 8 ناجائز بیگمات اس کے عقد میں تھیں۔

یتیموں پر دست شفقت رکھنا، بیواؤں کا خیال، مسکینوں کی مدد، سیلاب اور زلزلوں میں انسانی ہمدردی کے تحت فلاحی کام ان سب سے اسے سخت الرجی تھی اس کا یہ جملہ مشہور تھا کہ ''آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری مجھے نہیں سونپی ہے''۔

اسی کی دہائی میں وہ 40 ارب ڈالرز کے اثاثوں کا مالک تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رسی کھینچ لی، اب تنزل وانحطاط کی طرف اس کا سفر شروع ہوا، اربوں ڈالرز کی مالیت کے ان کے ہیرے سمندر میں ڈوب گئے، کاروبار میں خسارے پہ خسارہ شروع ہوا، قرضے پہ قرضا چڑھا، سب اثاثے فروخت کر ڈالے، ان کے دوست احباب، ان کے چاہنے والوں نے ان سے نظریں پھیر لیں، یہ ایک لمبی مدت گمنامی کے پاتال میں چلا گیا، کسی کو خبر نہ تھی کہ کہاں ہے۔

پھر ایک دن یہ لندن میں کسی سعودی تاجر کو ملا، ان کی حالت غیر ہو چکی تھی، اس تاجر سے کہا وطن واپس جانا چاہتا ہوں لیکن کرایہ نہیں، اس سعودی تاجر نے اکانومی کلاس کا ٹکٹ خرید کر اسے دیا اور یہ جملہ کہا۔

''اے عدنان! اللہ تعالیٰ نے فقیروں اور غریبوں پر مال خرچ کرنے اور صدقہ کا حکم دیا ہے یہ ٹکٹ بھی صدقہ ہے۔'' اپنے دور کا یہ کھرب پتی شخص صدقے کی ٹکٹ پر عام مسافروں کے ساتھ جہاز میں بیٹھ کر جدہ پہنچ گیا۔

اس عرب پتی تاجر کا نام عدنان خاشقجی تھا یہ عرب نژاد ترکی تھا، اس کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اس کے والد شاہی طبیب تھے، یہ شخص ترکی میں قتل ہوئے صحافی جمال خاشقجی کا چچا تھا، 2017 میں اس کا انتقال 82 سال کی عمر میں ہوا۔

یاد رکھیں! آپ جتنے بھی طاقت ور ہیں آپ جتنے بھی ثروت مند ہیں، اللہ تعالیٰ کے آگے بہت کمزور ہیں، اپنی دولت اور طاقت کو کبھی بغاوت کے لئے استعمال نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال نعمت سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ.

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

مرچی سے نظرا تارنا

سوال: نظر بدا تارنے کے لئے مرچی وغیرہ پر پڑھ آگ میں جلانا کیا درست ہے؟

جواب: نظرِ بدا تارنے کے لئے مرچی وغیرہ پر پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے؛ بشرطیکہ کوئی خلافِ شرع چیز اس پر نہ پڑھی جائے، اور کسی شیطان وجنات سے استعانت ومدد نہ لی جائے۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۵۶)

اطلبوا العلم ولو بالصین کی تحقیق

سوال: ''اطلبوا العلم ولو بالصین'' (علم حاصل کرو اگرچہ اس کے لئے چین کا سفر درکار ہو) کیا یہ حدیث ہے؟

جواب: یہ روایت معتبر نہیں ہے، مشہور محدث امام بیہقی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور جتنی سندوں سے منقول ہے، وہ تمام ہی سندیں ضعیف ہیں، اور ممتاز محدث علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بہ حوالہ ابن حبان رحؒ لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۵۸)

والدین کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا

سوال: کیا والدین کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا درست ہے؟

جواب: اگر والدین کو خدمت کی ضرورت ہو، ان کا خرچہ جماعت میں جانے والے شخص پر لازم ہو، اس کے علاوہ ان کے گزارے کی کوئی شکل نہ ہو، تو اس صورت میں والدین اگر جماعت میں جانے سے منع نہ کریں تب بھی جماعت میں جانا درست نہیں ہے، کیوں کہ والدین کی خدمت، فرض عین ہے اور جماعت میں جانا فرض کفایہ ہے، اور فرض عین، فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے؛ البتہ اگر والدین تندرست ہوں انہیں خدمت کی ضرورت نہ ہو، اور وہ خود مالدار ہوں، تو اس صورت میں ان کی اجازت کے بغیر بھی جماعت میں جانے کی گنجائش ہے، تاہم ایسی روش اختیار نہ کی جائے، جس سے والدین ناراض ہوں۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۶۳)

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

تین انگلیوں سے کھانا کب مسنون ہے؟

سوال: یہ مشہور ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے، تو کیا اس سے زیادہ انگلیوں سے کھانا خلافِ سنت ہے؟

جواب: عام حالات میں جس چیز کو تین انگلیوں سے کھانا آسان ہو، اس کو تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے؛ لیکن چاول وغیرہ یا ایسی چیز جس کا تین انگلیوں سے کھانا مشکل ہو، اس میں چوتھی اور پانچوی انگلی شامل کرنا خلاف سنت نہیں ہے؛ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ انگلیوں سے کھانا بھی ثابت ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ، ۲۴/ ۵۰)

ویٹر کو ٹپ دینا

سوال: ایک شخص کسی ہوٹل میں ملازم ہے، اور ملازمت کے دوران کچھ گاہک "ٹپ" دیتے ہیں جو تنخواہ کے علاوہ ہوتی ہے تو کیا اس کا لینا حلال ہے؟

جواب: ملازم کا اس بخشش (ٹپ) کا لینا جائز وحلال ہے؛ مگر اس کو حق سمجھنا، اس کا مطالبہ کرنا، اور جو نہ دے اس کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۵۴۰)

بلاٹکٹ سفر کرنا

سوال: اگر کوئی شخص کئی مرتبہ بلاٹکٹ سفر کرے جو اگرچہ ناجائز ہے، تو اب اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: تو اب اسے چاہیے کہ جتنی دفعہ اس نے بلاٹکٹ سفر کیا اتنی دفعہ کے کرایہ کا حساب لگا کر ٹکٹ خرید لے اور ضائع کر دے، اس طرح ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں حق، صاحبِ حق کو پہنچ جاتا ہے۔ (محقق مدلل جدید مسائل، ۲/ ۵۱۷)

آبِ زم زم کی تجارت

سوال: آبِ زم زم کی تجارت کرنا کیا جائز ہے؟

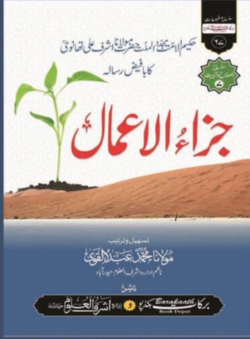
جواب: آبِ زم زم کی تجارت جائز ہے؛ کیوں کہ وہ مال متقوم بھی ہے، اور احراز سے ملکیت بھی ثابت ہو جاتی ہے، نیز بلانکیر ماءِ زم زم کے بیچنے کا تعامل بھی ہے، محض متبرک ہونا، بیع کے لئے مانع نہیں بن سکتا۔

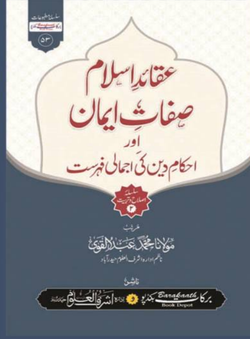
(محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۵۱۳)

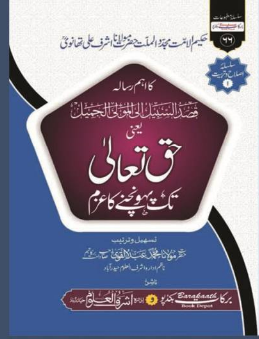
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-

RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25

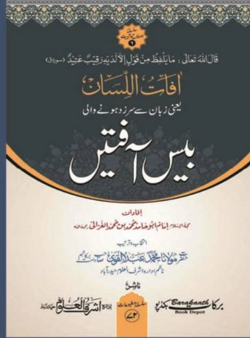
Date of Publication 3rd July-23, date of Posting 5th July-23

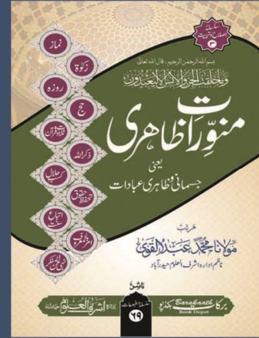


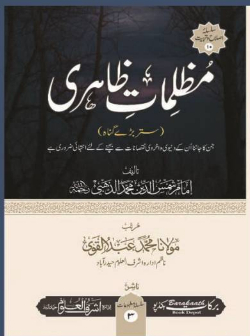


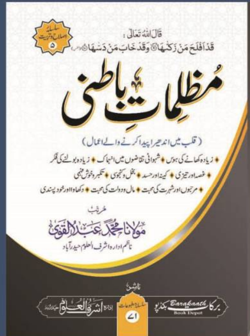


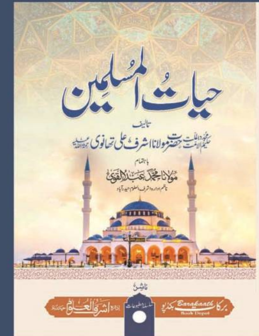












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59